رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مسطورہ دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی بر اعلام ناس

حاضر باشد یا بادی ؛ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی ؛ پس اتباعاً للنص المزبور ؛ صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۷ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۵ھ | جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکرست در ہر محافل و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ؛ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ؛ باہتمام محمد عثمان عامی ؛ در دائرہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible]

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہی

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب والتہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد میاں صاحب سلمہ	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۳۳
۶	اسرار روعیات فی عجیب الحکایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب بحاشیہ حکیم الامۃ مولانا تہانوی مدظلہم	۳۷
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب مرحوی	۴۱

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امۃ محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینہ کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے رسالہ معہ ٹائٹل تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ کا وی پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم درکار ہو طلب فرماویں مگر ہکی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک ❊

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی نگاہ اوپر کو کی تو واقعی ایک بڑا محل سپید ابر کی طرح (اونچا) وہاں موجود تھا پھر دونوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھیے یہ ہے آپکا محل (سرائے) میں نے کہا اللہ تم دونوں کو خوش خورم رکھیں اب ذرا مجھے اپنے محل میں جانے دو کہنے لگے کہ کیا ابھی نہیں (ابھی نہیں کیونکہ ابھی دُنیا میں آپکی عمر باقی ہے) ہاں آپ یہیں جائینگے ضرور. میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں تم نے مجھے بڑی بڑی عجیب چیزیں دکھلائی ہیں آخر یہ ہے کیا معاملہ جو اس وقت میں نے دیکھا ہے کہنے لگے کہ اچھا اب ہم آپ سے بیان ہی کئے دیتے ہیں دیکھیے تو وہ سب سے پہلا جو آدمی تھا جسکا پتھروں سے سر کچلا جا رہا تھا وہ ایسا آدمی تھا کہ اس نے قرآن شریف پڑھ تو لیا تھا لیکن پھر اس (کی طرف سے بے توجہی کے باعث اس) کو چھوڑ دیا اور فرض نماز بھی بے پڑھے ہی سو جاتا تھا اسکے بعد آپ نے ایک اور آدمی دیکھا تھا کہ جسکی باچھ بھی نتھنا بھی ایک آنکھ بھی گدی تک چیری جا رہی ہے سو وہ ایسا آدمی تھا کہ صبح ہی اپنے گھر سے اُٹھا اور جھوٹ پر جھوٹ بولتا پھرے گیا اور اسکا یہ جھوٹ نقل در نقل ہو کر تمام جہان میں پھیل گیا اسکے بعد ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو آپ نے دیکھی تھیں تو وہ زناکار عورتیں اور رنڈی باز مرد تھے اسکے بعد آپکا گذر ایک اور آدمی کے پاس کو ہوا تھا جو ایک نہر میں تیر رہا تھا اور اسکے منہ پر پتھر لگ رہے تھے تو وہ سود خوار آدمی تھا اسکے بعد بدصورت اور بدشکل آدمی جو آگ کے پاس آپنے دیکھا تھا۔ اور آگ سلگا تا ہوا اسکے ادھر اُدھر دوڑا پھرتا تھا تو وہ مالک (نام) کو توال جہنم تھے اسکے بعد بہت لمبے قد کا آدمی جو آپ نے باغ میں دیکھا تھا تو حضرت ابراہیم (خلیل اللہ آپکے جد امجد) تھے اور انکے آس پاس جو بہت سے بچے بیٹھے ہوئے تھے تو وہ سب ایسے بچے تھے کہ دین اسلام قبول کرنیکی استعداد رکھتے ہوئے بچپنے ہی میں فوت ہو گئے ہیں راوی کہتے ہیں کہ (حضرت کے اتنا بیان فرمانے کے بعد) مسلمانوں میں سے کسی نے پوچھا کہ (حضور یہ بچے تو مسلمانوں کے ہیں اور) مشرکین کے بچے (کہاں رہتے ہیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے بچے بھی ان ہی میں شامل ہیں۔ ہاں وہ لوگ جنکا نصف بدن تو اعلےٰ درجہ کا حسین اور نصف ثانی نہایت ہی بدترین تو وہ وہ لوگ تھے جنھوں نے نیک عمل بد عمل سب کچھ کیا (اور دونوں قسم کے عمل مساوی درجہ میں رہے) انکے

۲۴۱

اللہ میاں نے اب درگذر فرما کر انکو معافی دے) دی یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی ہے اور میں نے یہاں یہ پوری حدیث اسلئے ذکر کردی ہے کہ آئندہ اس حدیث (کی تکذیب) پر کسی کا کوئی حیلہ نہ چلے انشاء اللہ تعالےٰ اور بزار نے ربیع بن انس کی سند سے انھوں نے ابو العالیہ یا اور کسی سے انھوں نے ابو ہریرہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ پھر آپ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جنکے سر پتھر سے کچلے جارہے تھے جب کچل دیے جاتے تھے تو پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے اس کچلنے سے انکے سروں میں کچھ کمی نہیں ہوجاتی تھی آپ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انھوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز (پڑھنے) سے منہ موڑتے تھے۔ بزار نے یہ حدیث شب معراج کے قصے اور نماز فرض ہونے کے بیان میں ذکر کردی ہے۔ ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے عمر عبد الرحمن بن عوف معاذ بن جبل ابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جس نے جان بوجھکر ایک وقت کی فرض نماز چھوڑ دی حتی کہ نماز کا وقت بالکل ختم ہوگیا تو ایسا شخص کافر مرتد ہے اور جہانتک ہمیں معلوم ہے صحابہ میں سے ان حضرات مذکورہ کی اس بارے میں کسی نے مخالفت نہیں کی حافظ عبد العظیم فرماتے ہیں کہ صحابہ اور انکے بعد والوں میں سے ایک جماعت کی رائے یہی ہے کہ ایسے آدمی پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں کہ جس نے قصداً نماز پڑھنے میں یہانتک سستی کی کہ نماز کا وقت بالکل ختم ہوگیا اس جماعت میں سے یہ حضرات بھی ہیں عمر بن الخطاب۔ عبد اللہ ابن مسعود۔ عبد اللہ بن عباس۔ معاذ بن جبل۔ جابر بن عبد اللہ۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اور صحابہ کے علاوہ یہ حضرات بھی ان ہی میں سے ہیں امام احمد بن حنبل۔ اسحٰق بن راہویہ۔ عبد اللہ بن مبارک امام نخعی۔ حکم بن عتیبہ۔ ایوب سختیانی۔ ابو داؤد طیالسی۔ ابو بکر بن شیبہ۔ زہیر بن حرب وغیرہ رحمہم اللہ۔

۲۴۲

نوافل کا بیان۔ رات دن میں بارہ[۱۲] رکعت سنتیں پڑھنے پر مداومت کرنیکی ترغیب

ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہی آپ فرماتے تھے کہ جو بھی مسلمان بندہ خاص خوشنودی الٰہی کے لئے
فرضوں کے علاوہ بارہ رکعتیں سنت رات دن میں برابر پڑھ لیا کرے تو اللہ میاں اُسکے
لئے ایک مکان جنت میں بنا دینگے یا یوں فرمایا تھا کہ جنت میں اسکے لئے ایک مکان ضرور
بنجائیگا یہ حدیث مسلم ابوداؤد نسائی اور ترمذی نے (اپنی اپنی کتابوں میں) روایت کی ہے
نسائی ترمذی نے (اوقات سنن کی بابت) اتنا اور نقل کیا ہے کہ چار رکعت ظہر کی نماز سے پہلے
اور دو بعد میں اور دو رکعت بعد مغرب اور دو بعد عشا اور دو فرض فجر سے پہلے یہ حدیث مع اس
زیادت کے ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مسلم کی
شرط پر یہ حدیث صحیح ہے ہاں ان (مذکورہ) مؤلفوں نے یہ لفظ زیادہ نقل کئے ہیں کہ دو رکعتیں
عصر کی نماز سے پہلے ہوں اور عشا کے بعد کی دو رکعتوں کا انھوں نے ذکر نہیں کیا۔ نسائی میں
بھی یہ حدیث اسی طرح ہے۔ ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کرکے فرمایا ہے کہ دو رکعتیں ظہر
سے پہلے ہوں اور دو میرے خیال میں عصر سے پہلے اور باقی حدیث میں ابن ماجہ نے
ترمذی کی موافقت کی ہے۔

۲۴۳

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تھا کہ جو شخص التزام اور پابندی کے ساتھ رات دن میں بارہ رکعتیں سنت پڑھتا رہا
تو (یوں سمجھو گویا) وہ جنت میں پہنچ (ہی) گیا (اور پڑھے اس طرح) چار ظہر سے پہلے دو ظہر
کے بعد اور دو مغرب کے بعد دو عشا کے بعد اور دو صبح کی نماز سے پہلے یہ حدیث نسائی نے
روایت کی ہے اور یہ (مذکورہ) لفظ انہیں کے ہیں۔

صبح (کے فرضوں) سے پہلے دو رکعتوں (سُنت) پر مداومت کرنے کی ترغیب

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں
آپ نے فرمایا تھا کہ فجر کی دو (سنت) رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں (یعنی دنیا و ما فیہا کو

خرچنے سے زیادہ اجر وثواب ان دو رکعتوں کے پڑھنے میں ہے) یہ حدیث مسلم ترمذی نے روایت کی ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یوں بھی ہے (حضورؐ نے فرمایا) کہ یہ دونوں رکعتیں مجھے دنیا بھر سے پیاری ہیں۔

انھیں صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نوافل (اور سنن) میں صبح کی دو سنتوں کے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نماز نفلی کا زیادہ خیال اور فکر نہیں کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری مسلم ابوداؤد ونسائی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے ابن خزیمہ کی روایت میں یوں بھی ہے صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی (امر) خیر (مال غنیمت کی طرف اتنا جلدی کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا کہ فجر (کے فرضوں) سے پہلے دو رکعت سنتوں کی طرف جلدی کرتے دیکھا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا تھا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل تبلا دیجئے کہ (جس کو کرلینے پر) اس سے مجھے اللہ نفع پہنچائیں حضور نے فرمایا کہ صبح کی دو سنتیں تم اپنے اوپر لازم سمجھ لو (کہ انکا پڑھنا کبھی قضا نہ ہو) کیونکہ ان میں بہت ہی بڑی فضیلت ہے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے اور طبرانی ہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے (ابن عمر) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ صبح (کے فرضوں) سے پہلے کی دو رکعتوں کو کبھی نہ چھوڑا کرو اسلئے کہ انکے پڑھنے سے بڑے بڑے فائدوں کی امید ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی (ایک تو) ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی (دوسرے) سونے سے پہلے وتر پڑھ لینے کی (تاکہ قضا نہ ہوجائیں) (تیسرے) صبح کی دو سنتوں کی۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں اعلےٰ سند سے نقل کی ہے اور یہی حدیث ابوداؤد وغیرہ میں اس طرح ہے کہ صبح کی دو سنتوں کے بجائے ان میں چاشت کی دو نفلوں کا ذکر ہے یہ روایت انشاء اللہ آگے آوے گی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قل ہو اللہ احد (کے ایک بار پڑھنے) کا ثواب تہائی قرآن کی برابر ہوتا ہے اور

۲۴۴

قل یا ایہا الکفرون پڑہنے کا چوتھائی قرآن پڑہنے کا اور آپ ان دونوں سورتوں کو صبح کی سنتوں میں پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دو رکعتوں کے پڑہنے میں دنیا بھر کا فائدہ ہے یہ حدیث ابو یعلی نے حسن سند سے روایت کی ہے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے یہ (مذکورہ) الفاظ طبرانی ہی کے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ صبح کی دو سنتیں کبھی نہ چھوڑو اگرچہ (کہیں انکے پڑہنے میں) تمکو گھوڑے بھی کچل دیں۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور بعد میں نماز (نفل) پڑہنے کی ترغیب

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس نے ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت اور بعد میں چار رکعت پڑہنے کو عمر بھر نبھا دیا تو ایسے آدمی کو جلانا دوزخ پر اللہ میاں حرام کر دینگے یہ حدیث امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اور ترمذی نے قاسم کی سند سے یا عبدالرحمن ابو امامہ کے شاگرد کی سند سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور قاسم (راوی) اور عبدالرحمن شامی ثقہ آدمی ہیں اور نسائی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ (اللہ میاں یہ حرام کر دینگے کہ) ایسے آدمی کے چہرے کو نار دوزخ کبھی بھی جلائے۔

245

ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت (پڑہتی) بیچ میں بلا سلام پھیرے ایسی ہیں کہ ان (کی قبولیت) کے لئے آسمان کے سارے دروازے کھولدیے جاتے ہیں یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے یہ لفظ ابوداؤد ہی کے ہیں اور دونوں کی سند قابل تحسین ہے اور یہی حدیث طبرانی نے (اپنی دونوں کتابوں) کبیر اور اوسط میں روایت کی ہے باین الفاظ ابو ایوب فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ ظہر سے پہلے چار رکعت برابر پڑھتے اور یہ

فرماتے تھے کہ جب آفتاب ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر کی نماز ہونے تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا (تو چونکہ یہ وقت بھی بہت متبرک ہے) اسلئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت میں میرا کوئی عمل خیر وہاں پہنچ جائے۔

قابوس سے مروی ہے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے عائشہ صدیقہ کے پاس (ایک آدمی کو) یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی زیادہ محبوب نماز (نفلی نماز میں) کونسی تھی کہ جسکی مداومت کو آپ دل سے چاہتے ہوں صدیقہ رضہ نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے آنحضرت چار رکعت پڑھا کرتے تھے ان میں قیام بھی طویل کرتے اور رکوع و سجود بھی بہت ہی عمدگی کے ساتھ کیا کرتے تھے (لہذا اس نماز کے اس درجہ میں ہونے کی زیادہ امید ہے)۔ یہ روایت ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور یہ قابوس (راوی) جو ابن ابی ظبیات ہیں انکی توثیق کی ہے اور ترمذی ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے انکی روایت کو صحیح کہا ہے ہاں حضرت صدیقہ تک مرسل جو روایت ہے وہ ٹھیک نہیں واللہ اعلم۔

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ وقت ایسا متبرک ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی عمل (خیر) اسوقت اوپر چلا جائے۔ یہ حدیث امام احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند تھی کہ آپ نصف النہار کے بعد کچھ (نفلی) نماز پڑھ لیا کریں (ایک مرتبہ) عائشہ صدیقہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں آپکو دیکھتی ہوں کہ آپ اس وقت نماز پڑھنا بہت ہی اچھا سمجھتے ہیں (کیا وجہ ہے) آپ نے فرمایا کہ اسوقت میں آسمان کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالے اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتے ہیں اور یہ نماز ایسی ہے کہ اسکا التزام حضرت (بابا) آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم اور حضرت موسے اور حضرت عیسے علیہم السلام بھی کیا کرتے تھے یہ حدیث بزار نے نقل کی ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھلیں تو اس نے یہ رکعتیں (گویا) اس رات میں تہجد کے وقت پڑہی ہیں (ثواب میں تہجد کے وقت پڑہنے کی برابر ہونگی) اور جس نے یہی چار رکعت (نفلی) عشا کے (فرضوں کے) بعد پڑھلیں تو گویا انکو شب قدر میں پڑہا ہے۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے۔

بشیر بن سلیمان چند واسطوں کے ذریعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے ظہر (کے فرضوں) سے پہلے پوری چار رکعت پڑھ لیں تو یہ (پڑہنا ثواب کے اعتبار سے) اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کی برابر ہو جائے گا یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں نقل کی ہے اور اسکے راوی بشیر بن سلیمان تک سب ثقہ ہیں۔

عبد الرحمٰن بن حمید بواسطہ اپنے والد کے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ دن ڈھلے کی (نفلی) نماز (ثواب میں) تہجد کی برابر ہوتی ہے ایک (نیچے کے) راوی کہتے ہیں میں نے عبد الرحمٰن بن حمید سے دریافت کیا کہ دن ڈھلے کی نماز سے کیا مراد ہے انھوں نے فرمایا کہ جب آفتاب ڈھل جائے اسوقت نماز پڑہنا۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں نقل کی اور اسکی سند میں کچھ ضعف ہے اور ان (راوی) عبد الرحمٰن کے دادا جو ہیں یہ وہی عبد الرحمٰن بن عوف (صحابی) رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسود مرہ اور مسروق رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے یہ فرمایا تھا کہ دن کی (نفلی) نمازوں میں سے کوئی نماز تہجد کی نماز کے برابر نہیں ہے سوائے ظہر سے پہلے کی چار رکعت کے کہ انکو دن کی اور (نفلی) نماز پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسے جماعت سے نماز پڑھنے کو اکیلے پڑھنے پر فضیلت ہے (کہ جماعت سے پڑھنے میں بہت گونے زیادہ ثواب ہوتا ہے) یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے اور اسکے موقوف ہونے میں بھی کوئی ہرج نہیں ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

۴۷

سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھنی تہجد کے وقت پڑھنے کی برابر شمار ہوتی ہیں اور اسوقت مخلوق (الہٰی) میں ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر (بستشہادا) آپ نے یہ آیت پڑھی تیفوء ظللہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وھم داخرون۔ (ترجمہ جنکے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ بالکل خدا (کے حکم) کے تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں) یہ حدیث ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے (وجہ غریب ہونے کی یہ ہے کہ) ہم اسکو سوائے ایک سند علی بن عاصم کے اور کسی سند سے نہیں جانتے (اور حدیث کے غریب ہونے کے یہی معنے ہیں کہ ایک سند سے مروی ہو)

عصر (کے فرضوں) سے پہلے (نفلی) نماز پڑھنے کی ترغیب

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور نے (دعا کے طور پر) فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ ایسے آدمی پر رحم فرمائیں جو عصر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت (نفلیں) پڑھ لیا کرے۔ یہ حدیث امام احمد ابو داؤد و ترمذی نے روایت کی ہے ترمذی نے اسکو حسن بھی کہا ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح (کتاب) میں نقل کیا ہے۔ ۱۴۸

ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے عصر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھنے کی پابندی کرلی اسکے لئے اللہ میاں جنت میں ایک محل بنا دینگے یہ حدیث ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے اسکی سند میں (ایک راوی) محمد بن سعد مؤذن ہیں انکی بابت معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھتا رہا اللہ میاں دوزخ پر اسکا بدن جلانا حرام کردینگے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے۔

(باقی آئندہ)

آخر اسکی کیا وجہ تھی آپکی شان یہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ٭ **ترجمہ** مختصر بات یہ ہی
کہ اللہ تعالے کے بعد آپ کا ہی مرتبہ بزرگ ہے مگر بات یہ تھی کہ اللہ تعالے کی بڑائی حضور
کی نظروں میں سمائی ہوئی تھی غرض آپکے کسی انداز سے بھی بڑائی کی شان ظاہر نہ ہوتی تھی اس سے
زیادہ اور کیا ہوگا کہ جب حضور مدینہ تشریف لیگئے تو مدینہ کے لوگ حضور کو پہچان نہیں سکے۔
حضرت صدیق اکبر سے مصافحہ کرتے تھے کیونکہ انکے کچھ بال پک گئے تھے جسکی وجہ سے وہ
بڑے معلوم ہوتے تھے حضرت صدیق اکبر کا ادب دیکھیئے کہ لوگوں سے برابر خود ہی مصافحہ
کرتے رہے اور حضور کو تکلیف نہیں ہونے دی اسیطرح دوسرے صحابہؓ بھی خاموش بیٹھے
رہے کیونکہ سب سمجھدار تھے لیکن اگر آجکل کوئی ایسا کرے کہ غلطی سے شاہ صاحب کے بجائے
اور کسی سے مصافحہ کرلے سب غل مچانا شروع کردیں اور جس سے غلطی میں مصافحہ کرلیا ہی اسکی
تو بہت ہی بری گت بنائی جاوے کہ اپنے کو پیر بنانا چاہتا ہے خلاصہ یہ کہ جب حضور کے
جسم مبارک پر دھوپ آگئی تو حضرت صدیق اکبرؓ کپڑا تان کر کھڑے ہوگئے اسوقت حاضرین نے
پہچانا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ ہیں اور ابوبکر خادم ہیں انصار کا ادب دیکھئے کہ حقیقت معلوم
ہونیکے بعد اب دوبارہ حضور سے مصافحہ کرنے نہیں چلے آجکل کے لوگ تو ضرور دوبارہ کرتے۔

(۶) اسیطرح ایک مقام پہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں تو غلام کی طرح کھاتا ہوں حضور کی
عادت تھی کہ اکڑو بیٹھکر کھانا کھاتے تھے صاحبو یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں اسکی قدر اسوقت ہوگی
جب اپنے اوپر یہ کیفیت غالب ہو اور یہی وجہ تھی کہ حضور نے فرمایا ہے کہ اگر کھانا کھاتے
میں کوئی لقمہ گر جاوے تو مٹی سے صاف کرکے کھالو اور حضور کھانا جلدی جلدی تناول فرمایا
کرتے آج اسکو سخت عیب سمجھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ فلاں شخص اسطرح کھاتا ہے کہ شاید کبھی
اسے کھانے کو نہیں ملا وجہ یہ ہے کہ جو چیز حضورؐ کی نظروں میں سمائی ہوئی تھی ہم اس سے
محروم ہیں صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی بادشاہ کسی معمولی سے آدمی کو بلاکر حلوا
کھانے کو دے اور کہے کہ میرے سامنے بیٹھکر کھاؤ تو ذرا غور کیجے کہ یہ شخص کسطرح کھائیگا
ظاہر ہے کہ اسکے ہر لقمہ کا انداز یہ ہوگا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوجاتے کہ بڑی رغبت
اور شوق سے کھا رہا ہے اور یہی انداز اسوقت پیارا ہوگا اسکو طمع ہرگز نہیں کہہ سکتے

اور اگر فرض کرلو کہ یہ طمع ہی ہے تو سمجھ لو کہ جو عیب سلطان پسند کرے وہ عیب نہیں بلکہ ہنر ہے اور اگر اس مثال میں اس شخص کے ہاتھ سے کھاتے ہوتے اتفاق سے کوئی لقمہ گر جائے تو بتلاؤ یہ کیا کرے گا ظاہر ہے کہ اسکو اٹھائیگا اور صاف کرکے کھاجائیگا اسیطرح یہ بھی سوچو کہ بادشاہ کے سامنے کس انداز سے بیٹھکر کھائیگا کیا اسیطرح جیسے اپنے گھر میں بیٹھکر کھاتا تھا کبھی نہیں بلکہ نہایت ادب سے بیٹھکر کھائیگا تو جب دنیا کے بادشاہوں کے سامنے ان تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے تو کیا اللہ میاں کے سامنے ضروری نہیں اور آجکل تہذیب تو صرف نام ہی کی ہے اسمیں حقیقت کا نام ونشان بھی نہیں ہے صاحبو! حضور نے جو ہم کو کھانے کے طریقے سکھائے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جسطرح دل کی حالت کا ظاہری بدن پر اثر پڑتا ہے یونہی ظاہری حالت کا اثر بھی انسان کی اندرونی حالت تک پہنچتا ہے اگر ظاہری حالت پر غرور برستا ہے تو دل تک بھی اسکا چھینٹا ضرور پہونچے گا اور غرور دل میں ضرور پیدا ہونا شروع ہوگا اور اگر ظاہری حالت عاجزی کی سی ہے تو دل میں بھی عاجزی کا اثر پہنچے گا اور راز اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے ظاہر کو طریقہ سنت کے موافق کرلیا تو اس نے خدا تعالےٰ کی نزدیکی کا قصد کیا اور یہ انکا وعدہ ہے کہ جو مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہونگا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوگا میں اس سے دو ہاتھ نزدیک ہونگا مطلب یہ ہے کہ جو میری طرف تھوڑا سا بھی بڑھتا ہے میں اسکی طرف بہت سا بڑھجاتا ہوں اور ظاہر ہے کہ خدا کی نزدیکی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اندرونی حالت درست ہوجائے اور باطنی نزدیکی نصیب ہوجائے پس معلوم ہوگیا کہ ظاہری درستی سے باطنی نزدیکی ضرور نصیب ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) میں جو اسقدر عاجزی بڑھی ہوئی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ذات خداوندی کی عظمت حضور کی نظروں میں بسی ہوئی تھی اسلئے آپ ہر حالت میں غلامی کا طریقہ اختیار کرتے تھے اور جب یہ ہے تو بس ہم کو بھی خدا کے احکام سنکر چپ چاپ مان ہی لینا چاہئیں اور کچھ حیلہ وحجت نکرنا چاہئیے کیونکہ غلام کی شان یہی ہے اور یہ کھود کرید ہمارے حق میں نقصان پہنچانیوالی بھی تو ہے اگر نقصان نہ پہنچاتی تو حضور ہم کو اسکی اجازت دیتے اس سے منع نہ فرماتے حالانکہ حضور نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے دیکھئے صحابہؓ جو کہ حضورؐ کی

۱۰

صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور جنکی عقلیں بالکل درست تھیں ان حضرات نے تقدیر کے مسئلہ میں گفتگو کی تو حضورؐ نے بالکل روک دیا اور بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اگلی قومیں اسی کھود کرید کی بدولت ہلاک ہوئیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جسطرح بہت سی باتیں دلیل سے سمجھ میں آجاتی ہیں اسیطرح بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن میں دلیل کا گذر نہیں اور بلا دیکھے سمجھ میں نہیں آسکتیں بلکہ انکے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہے اور وہ ہم کو نصیب نہیں تو ایسی باتوں میں کھود کرید کرنے کا یہی نتیجہ ہوگا کہ ہم تباہ ہوں مجھے اسکے مناسب ایک حکایت یاد آئی مشہور ہے کہ ایک لڑکے نے اپنے استاد کی (جو اندھے تھے) دعوت کی اور کہا آج میں آپ کو کھیر کھلاؤنگا استاد صاحب نے چونکہ کھیر کبھی دیکھی نہ تھی کیونکہ اندھے تھے اور نہ ابھی تک کھانے کا اتفاق ہوا تھا اسلئے لڑکے سے پوچھا کہ بھائی کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے جواب دیا کہ کھیر سفید ہوتی ہے استاد نے کہا سفید کس کو کہتے ہیں اس نے کہا جیسے بگلا مگر استاد صاحب نے کبھی بگلا بھی نہ دیکھا تھا اسلئے دریافت کیا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے اس نے ہاتھ ٹیڑھا کر کے بگلے کی صورت بنائی اُستاد صاحب نے ہاتھ سے چھوکر دیکھا تو فرمانے لگے کہ بھائی یہ کھیر تو بہت ٹیڑھی ہے کیسے کھاؤنگا تو جیسے اس اندھے کے کھیر کو ٹیڑھا سمجھنے کی وجہ یہی تھی کہ جو چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے وہ اسکو بیان سے سمجھنا چاہتا تھا یہی حالت ہماری بھی ہے ہم مشاہدہ کی چیزوں کو دلیل سے سمجھنا چاہتے ہیں ہاں اگر سمجھنا چاہو تو اول دل میں نور پیدا کرو پھر اپنے آپ یہ حالت ہوگی کہ ہر چیز کی سینکڑوں حکمتیں نظر آنے لگیں گی دیکھو اگر کوئی معمولی شخص کسی بادشاہ سے کہے کہ مجھے اپنا خزانہ دکھادو تو اسکی بڑی غلطی ہے اور اسکا مقصود کبھی پورا نہیں ہوسکتا البتہ اسکی یہ تدبیر ہے کہ بادشاہ سے خوب گاڑھا تعلق پیدا کرے اور اسکے خاص لوگوں میں سے ہوجائے اسکے بعد بلا کہے کبھی وہ مہربان ہوگا تو خود دکھا دیگا یس اپنے دل کو خدا کے تعلق سے نورانی کرو پھر خود ہی حکمتیں معلوم ہوجاوینگی کیونکہ اللہ تعالےٰ خود تبلادینگے مگر اب تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ساری باتیں استاد کے سامنے بیٹھکر سمجھ لیں۔

(۷) مشہور ہے کہ حضرت لقمان نے کسی شخص کے ہاں باغبانی کی نوکری کی ایک روز وہ باغ میں آیا اور ان سے کہا کہ ایک ککڑی لیکر آؤ آپ ایک ککڑی لائے آقا نے

چھیل کر اسکی قاشیں کیں اور اول ایک قاش حضرت لقمان کو دی آپ لیکر کھا گئے اسکے بعد
جو دوسری قاش آقا نے کھائی تو بالکل کڑوی تھی اس نے حضرت لقمان سے کہا کہ تم نے
یہ تلخ ککڑی کسطرح کھالی مجھ سے کہا کیوں نہیں کہ یہ کڑوی ہے تو حضرت لقمان فرماتے
ہیں کہ جس ہاتھ سے میں نے ہزاروں میٹھی چیزیں کھالی ہیں اگر اس سے ایک دفعہ کڑوی چیز
ملگئی تو اسکو زبان پر کیا لاتا پس اگر کبھی ہماری مصلحت کے خلاف بھی خدائے تعالےٰ کی
طرف سے برتاؤ ہو تب بھی گرانی نہ ہونا چاہئے اور ہمارے ادب میں فرق نہ آنا چاہئے صاحبو!
عاشق تو ہر حالت میں عاشق ہی رہتا ہے اور اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر جان جان کر بھی
اسے ستایا جائے تو وہ ناخوش کبھی نہیں ہوتا کیا لوگوں کے خیال میں خدا تعالےٰ سے
برادری کا سا تعلق ہے جو اس سے ناخوش ہوتے ہیں غرض جو شخص اپنی درستی چاہتا ہے
اور اسکو شریعت کی حکمتیں اور بھید معلوم کرنے کی ہوس ہے تو وہ اپنے اندر یہ کیفیت پیدا
کرے یعنے خدا سے لگاؤ حاصل کرے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اسپر اکثر لوگ کہا کرتے ہیں
کہ صاحب پھر کیا ہم جنید بغدادیؒ بن جائیں میں کہتا ہوں کہ نہیں صاحب آپ جنید بغدادی نہ بنیں
یہ بھی تو نہ ہو کہ بالکل نکمے ہی رہو اگر جنیدؒ نہیں ہو سکتے تو جنید کی خاک پا ہی ہو جاؤ کچھ تو کسی بات میں
اُن جیسے ہو جاؤ سب میں نہ سہی مگر غور کیجئے کہ آپ تو جنید بغدادی کے برابر کسی بات میں بھی
نہیں دیکھئے ایک نماز ہی ہے کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں جنید بغدادی جیسی نماز پڑھتا
ہوں ایک بزرگ کی یہ حالت تھی کہ ایک رات نماز میں کھڑے رہنے کی نیت کی تو نیت باندھکر
ساری رات کھڑے ہی گذار دی ایک رکوع کیلئے مقرر کی ہے تو تمام رات رکوع ہی میں ختم
ہو گئی اور فرمایا کرتے تھے کہ افسوس رات بہت جلد ختم ہو جاتی ہے دل نہیں بھرتا یہ حالت
تھی کہ ؎

نہ آیا وصل میں بھی چین ہم کو + گھٹا کی رات اور حسرت بڑھا کی

پس جب کسی حالت میں بھی ہم انکے برابر نہیں لیکن پھر بھی ہم کسی بات کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ
نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں کیونکہ مثل مشہور ہے کہ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست
یعنے اگر گیہوں میسر نہ ہوں تو جو ہی غنیمت ہیں تو جب ساری چیزیں ہماری گھٹیا درجہ کی ہیں

۱۴

تو یہ حالت بھی یعنی ہمارا خدا تعالےٰ کے ساتھ لگاؤ اور ہماری نورانیت بھی گھٹیا درجہ کی سہی اسکو بالکل تو نہ چھوڑ دینا چاہیئے اگر جنید کے برابر ہم کو اسرار نہ معلوم ہونگے تو اپنے اطمینان کے لائق تو کچھ معلوم ہوجائینگے اور اسکی ضرورت ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کیا جائے اگر انکی صحبت میں رہو تو بہت ہی خوش قسمتی کی بات ہے لیکن اگر صحبت میسر نہ ہو تو خط خطوط ہی کا سلسلہ رکھا جاوے اور انپر اپنا پورا حال ظاہر کرکے ان سے علاج کی تدبیر دریافت کیجئے صاحبو! اگر اپنی رائے سے کوئی شخص اپنی درستی کی تدبیر سوچکر چار گھنٹے روزانہ اسمیں مشغول رہا کرے تو اسمیں وہ بات حاصل نہ ہوگی جو کسی جاننے والے کی رائے سے آدہ گھنٹہ روزانہ کام کرنے سے حاصل ہوجائے گی مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھکو بخار آنے لگا ایک حکیم صاحب سے حالت بیان کی انہوں نے نسخہ لکھدیا جسکے استعمال سے چند روز میں فائدہ ہوگیا میں نے نسخہ کو فائدہ مند دیکھکر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا اتفاق سے دوسرے برس پھر کچھ شکایت ہوئی تو مین نے اسی نسخہ کو منگاکر استعمال کیا لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اسکے بعد پھر اسی حکیم سے حال بیان کرکے نسخہ لکھوایا اور اسکے استعمال سے صحت ہوگئی تو جیسے بدن کے مرضوں میں اپنی رائے سے کام نہیں چلتا ایسے ہی نفسانی مرضوں کی حالت ہے اور میں کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی زبان میں بھی اثر ہے وہ جو کچھ بتلادیتے ہیں اسمیں ضرور اثر ہوتا ہے اور اللہ والون سے تعلق رکھنے کو جو کہتا ہوں اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں نوکری کرنے سے منع کرتا ہوں یا تجارت میں لگنے سے روکتا ہوں اور تعلقات چھوڑنے کی رائے دیتا ہوں ہرگز نہیں بلکہ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کیجئے صاحبو یہ حضرات بڑے عقلمند ہوتے ہیں انکو دین کی عقل تو ہوتی ہی ہے اسکے ساتھ دُنیا کی بھی پوری عقل ہوتی ہے انکی نسبت یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ اگر ان سے تعلق پیدا کیا تو وہ بال بچوں سے چھڑادینگے ہمارے حضرت حاجی صاحب سے جب کوئی مرید عرض کرتا کہ حضور دل چاہتا ہے کہ نوکری چھوڑ دوں تو فرماتے کہ بھائی ایسا نہ کیجیو نوکری بھی کرو اور خدا کی یاد میں بھی لگے رہو۔

(۸) غرض یہ ہے کہ عقل سے شریعت کی حکمتیں سمجھ میں نہیں آسکتیں اسکی ہوس ہے

۱۴

تو خدا کے ساتھ لگاؤ پیدا کرو دیکھو تجربہ کاروں نے کہا ہے کہ اول ہم نے عقل سے کام لیا وہ تھوڑی دور چلی اور تھک کر رہ گئی آخر عقل کو چھوڑا اور دیوانگی اور عشق کا دامن پکڑا اس نے انتہا تک پہنچا دیا اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ عقل بالکل بیکار ہے عقل کام کی ضرور ہے مگر ایک حد تک کام دیتی ہے اسکے بعد بیکار ہو جاتی ہے عقل کی حالت گھوڑے کی سی ہے دیکھو اگر کسی کا محبوب ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہو اور یہ عاشق اسکے پاس پہنچنا چاہے اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو ظاہر ہے کہ گھوڑا پہاڑ کے کنارہ تک پہنچکر آگے نہ چل سکے گا بلکہ بیکار ہو جائے گا اب اگر یہ عاشق آگے بھی جانا چاہے تو اسکی یہی صورت ہے کہ گھوڑے کو چھوڑ کر عشق کا جوش اپنے اندر پیدا کرے اور راہ طے کرتا چلا جائے غرض عقل سے کام لینا چاہیئے لیکن صرف اسقدر کہ فلاں شخص اس قابل ہے کہ اسکے قدم بہ قدم چلیں اور فلاں شخص اس قابل نہیں۔ بیمار کو عقل سے کام لینا ضروری ہے مگر صرف اسقدر کہ کونسے حکیم سے علاج کرانا چاہیئے لیکن جب کسی حکیم کو پسند کر لیا تو پھر اپنی عقل کو دخل نہ دے بلکہ جس رستہ پر وہ حکیم ڈالدے اسپر بے کھٹکے چلا جائے ورنہ اگر وہاں بھی عقل سے کام لیا حکمتیں دریافت کرنا شروع کیں تو ایک قدم بھی نہ سرک سکے گا اور سینکڑوں الجھنیں پیش آئینگی۔

(۹) لیکن اس کے ساتھ ہی یہ تبلادینا بھی ضروری ہے کہ مقتدا اور پیشوا کی علامت اور پہچان کیا ہے تاکہ اس علامت سے پہچان لیا کریں کہ مقتدا بنانے کے قابل کون ہے کیونکہ آجکل عام لوگوں نے عجیب عجیب پہچانیں نکال رکھی ہیں چنانچہ اگر کسی شخص کا دربار بہت بڑا ہو کہ لوگ بہت زیادہ اسکے پاس آتے جاتے ہوں تو سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے خاص کر جبکہ امیروں کا بھی اسپر اعتقاد ہو تب تو انکی بزرگی پر رجسٹری ہو گئی حالانکہ یہ کوئی پہچان نہیں کیونکہ میں نے بڑے بھاری بزرگ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جس درویش کے پاس دنیاداروں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہو اور عالموں اور نیکوں کی توجہ اسکی طرف کم ہو تم ایسے درویش کی طرف توجہ نہ کرنا کیونکہ دنیاداروں کا گرنا اور دینداروں کا اس سے پرہیز کرنا علامت ہے اس درویش کے ناقص ہونے کی اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ

پہچان ہے کہ جس شخص سے کرامتیں زیادہ ہوتی ہوں پوشیدہ باتیں اسکو معلوم ہوجاتی ہوں
وہ سب سے بڑا بزرگ ہے حالانکہ یہ پہچان بھی بالکل بیہودہ ہے کیونکہ جو شخص دل ودماغ
کا تندرست اور مضبوط ہو اور اسکے قلب میں پوری قوت بھی ہو پھر وہ کثرت سے محنت اور مشق
کرے اس سے ایسی ایسی کرامتیں ظاہر ہونے لگیں گی جنکو جاہل لوگ کرامت سمجھتے ہیں اگرچہ
وہ کافر ہی ہو چنانچہ ایسے واقعات بہت سننے میں آتے ہیں اور نہ بھی سنتے تب بھی یہ بات
ظاہر تھی کیونکہ دیکھو دجّال جو کہ خدائی کا دعوی کریگا اس سے کیسے شعبدے ظاہر ہوں گے
بارش تک کرکے دکھلاوے گا زمین کے خزانے اسکے ہمراہ چلیں گے پس ظاہر ہوا کہ
کرامتوں کا پایا جانا بھی صحیح پہچان نہیں اب صحیح پہچان بزرگی کی دریافت کرنے کیلئے یہ تدبیر ہی
کہ اول یہ سمجھو کہ انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جس کام کیلئے اسکو دنیا میں بھیجا گیا ہی
وہ حالت اپنے اندر پیدا کرے اور ظاہر ہے کہ انسان کرامت کیلئے دنیا میں نہیں بھیجا گیا
بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ خدا تعالے کے حکموں پر چلے اور اسکا سچا بندہ بنے پس
ظاہر ہوا کہ جسکو یہ حالت حاصل ہو کہ خدا کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ چلتا ہو اور خدا کا سچا
بندہ ہو وہ کامل ہے اس پہچان کی نسبت مولانا روم فرماتے ہیں کہ (خدا کے) مردوں کا
کام روشنی اور گرمی ہے پس مولانا نے دو چیزیں علامت کے طور پر بیان کی ہیں ایک
روشنی دوسرے گرمی روشنی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں سے بیٹھے ہوئے کلکتہ اور بمبئی
نظر آنے لگیں بلکہ یہ معنے ہیں کہ دل میں خدا کی معرفت پیدا ہوجائے اور گرمی سے مراد
محبت ہے حاصل یہ ہوا کہ جسکو الٰہی محبوب سے محبت ہو اور معرفت اور سچا علم حاصل ہو
وہ مرد ہے لیکن محبت تو دل کے اندر ہوتی ہے دوسرے شخص کو کیسے معلوم ہوسکتی ہے
پس اسکی کچھ علامتیں بیان کیجاتی ہیں سب جانتے ہیں کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہی
ایک تو اسکی یاد کسی وقت دل سے نہیں اترتی سوتے ہوئے خواب بھی دیکھتا ہے تو محبوب
ہی نظر آتا ہے اور دوسرے محبوب کے حکموں کو دل سے سنتا ہے اور نہایت شوق سے
حکم بجالانے کو آمادہ رہتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ عاشق سے محبوب کے کسی حکم میں
بھول چوک یا نافرمانی ہو کیونکہ بھول ہمیشہ اس کام میں ہوا کرتی ہے جسکی جانب پوری توجہ

نہ ہو اور جو چیز دل میں لبی ہوئی ہو اسمیں بھول کس طرح ہو سکتی ہے اسیطرح نافرمانی اسکے
حکم کی ہوتی ہے جسکی وقعت اور محبت دل میں نہ ہو پس خلاصہ یہ نکلا کہ مقتدا بنانیکے قابل وہ
شخص ہے کہ اسکو ضرورت کے لائق دین کا علم ہو اگرچہ پورا مولوی نہ ہو دوسرے یہ کہ اس کو
کسی کامل بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی ہو کیونکہ گرمی (یعنی محبت) اسیکو حاصل ہوتی ہے جو
کسی گرمی والے کے پاس رہے اور اسکی ہدایت کے موافق عمل کرے اور یہی وہ چیز ہے
جو بزرگوں سے سینہ بسینہ چلی آتی ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ دنیا میں اسکے
سوا اور بہت سے کام ایسے ہیں جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں دیکھئے باورچی گری کا کام
یہ بھی سینہ بسینہ چلا آتا ہے اگر کوئی کتاب میں دیکھکر کھانا پکانے کی ترکیبیں یاد کرلے تو
اس سے کچھ نہیں ہو سکتا جبتک کسی کامل استاد کے پاس نہ رہے اسکو باورچی گری نہیں آسکتی
اسیطرح درزی کا کام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کتاب میں دیکھکر کرتہ اچکن وغیرہ کی کاٹ تراش
بالکل ازبر یاد کرلے اسکو درزی کا کام نہیں آسکتا ایسے ہی لوہار اور بڑھئی کا کام ہے
کہ بدون اُستاد کے پاس رہے نہیں آسکتا پھر تصوف ہی کے سینہ بسینہ ہونے پر کیا تعجب
ہے لیکن تصوف کے سینہ بسینہ ہونے کے یہی معنے ہیں کہ محبت اور خدا کے ساتھ لگاؤ
ہونا سینہ بسینہ ہے نہ یہ کہ تصوف کا علم اور اسکے مسئلے بھی سینہ بسینہ ہیں کیونکہ علم تصوف
تو کتابوں میں پورا بیان کر دیا گیا ہے بلکہ وہی ایک نسبت سینہ بسینہ ہے جسکو گرمی کے نام
سے ذکر کیا ہے تیسرے شرع کا پورا پابند ہو یہ تو اسکی علامتیں ہیں جو خود کامل ہو اور جو
دوسروں کو بھی کامل بنادے اسکی پہچان اور ہے اور اسکا جاننا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ
بیمار کو اپنی بیماری دور کرنے کیلئے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو خود بھی تندرست ہو اور
حکیم بھی ہو کہ دوسروں کو بھی تندرست بنا سکے تو اسکی پہچان یہ ہے کہ اسکے پاس بیٹھنے سے
دل میں ایک اطمینان اور راحت پیدا ہو اور خدا تعالےٰ کی محبت بڑھے دنیا کی محبت کم ہو
اگرچہ یہ باتیں فوراً نہ پیدا ہوں بلکہ کچھ دنوں کے بعد ہوں دوسرے اگر اس سے اپنا مرض
بیان کیا جائے تو اسکے جواب سے دل کو تسلی ہو یوں معلوم ہو کہ یہ ہمارے مرض کو بالکل
سمجھہ گیا پس جب ایسا شخص میسر ہو جاوے تو ضرور ہے کہ اسکی صحبت اختیار کی جائے۔

(باقی آیندہ)

(۱) تیسرے استدلال عقلی جیسے دہوپ کو دیکھکر گو آفتاب کو دیکھا نہ ہو اور نہ کسی نے اسکے طلوع کی خبر دی (مگر چونکہ معلوم ہے کہ دہوپ کا وجود موقوف ہے

(ح) جیسے بد بو آنکھ کے ادراک میں نہیں آسکتی اسکے ادراک کا آلہ ناک ہے اسکو کام میں نہ لانا غلطی ہے اسیطرح جو چیزیں حواس ظاہری بلکہ حواس باطنی کے بھی ادراک میں نہیں آسکتیں بلکہ انکا ادراک استدلال سے ہوتا ہے (جسکا بیان آگے آتا ہے) انکے واسطے حواس کو کافی سمجھنا اور مشاہدہ کا مطالبہ کرنا اور استدلال سے کام نہ لینا غلطی ہے اور انجام اسکا گو کھانے سے بھی زیادہ برا ہوگا۔ اسیکا بیان اصل نمبر ۴ میں ہے کہ موجود ہونے کو محسوس و مشاہدہ ہونا لازم نہیں شرح اسکی یہ ہے کہ وہ ادراک یا علم جو باعث شرف انسانی ہے وہ صرف آنکھ سے دیکھنے یا حواس ظاہری سے محسوس کرنے میں منحصر نہیں بلکہ حواس ظاہری اور باطنی اور رؤیت استدلال وغیرہ سب کے ملنے سے اسکی تکمیل ہوتی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے کا حکم کرنا تین طرح پر ہوتا ہے ایک مشاہدہ سے جیسے ہم نے زید کو آتا ہوا دیکھ لیا کہ اسپر یہ حکم لگا دینا صحیح ہے کہ زید کا آنا وقوع میں آیا دوسرے کسی اور معتبر خبر دینے والے کی خبر سے مثلاً کوئی ایسا آدمی جسکا سچا ہونا ثابت ہو چکا ہو اور سب کے نزدیک مسلم ہو خبر دے کہ زید اندر آیا تو اس سے ہم کو علم اور یقین ہو جاتا ہے کہ زید کا آنا وقوع میں آیا۔ لیکن اسمیں یہ شرط ضرور ہے کہ کوئی اور دلیل صحیح اسکی خبر سے بھی زیادہ پکی اس خبر کے خلاف نہ ہو اور اگر ایسا ہوگا تو اُس دلیل کا اعتبار ہوگا مثلاً کسی نے ہم کو خبر دی کہ رات زید تمہارے پاس آیا تھا اور اسیوقت تم کو تلوار سے زخمی کر گیا تھا یہ خبر اگر کسی اور کے متعلق ہوتی تو اس لحاظ سے کہ ایک ممکن الوقوع بات کی خبر ہو ماننے کے قابل تھی لیکن ہم کو خود معلوم ہے کہ ہم کو کسی نے زخمی نہیں کیا اور نہ زید ہمارے پاس آیا تو مشاہدہ اس خبر کے خلاف ہوا اور مشاہدہ خبر سے بمصداق لیس الخبر کالمعاینۃ زیادہ قوی دلیل ہے لہذا اس خبر کو جھوٹا کہیں گے اور یہی کہینگے کہ زید کا آنا اور زخمی کرنا وقوع میں نہیں آیا۔ تیسرے استدلال عقلی سے یعنی ان قاعدوں سے جو عقل کے نزدیک مسلم ہیں اور ثابت ہو چکے ہیں مثلاً دہوپ کو دیکھکر یہ یقین کر لینا کہ آفتاب نکل آیا ہے اس صورت میں کہ نہ ہم کو کسی نے خبر دی ہو

۴۹

(ا) طلوع آفتاب پر (واسطے) عقل سے پہچان لیا کہ آفتاب بھی طلوع ہو گیا ہے ان تینوں واقعات میں وجود کا حکم تو مشترک ہے لیکن محسوس صرف ایک واقعہ ہے اور باقی دو غیر محسوس ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ ضرور نہیں کہ جس امر کو واقع کہا جاوے وہ محسوس بھی ہو اور جو غیر محسوس ہو اسکو غیر واقع کہا جاوے

(ح) کہ آفتاب نکل آیا ہے اور نہ ہم نے اپنی آنکھ سے آفتاب کو دیکھا ہو کہ اس صورت میں جو دہوپ کو دیکھکر ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ آفتاب نکل آیا ہے وہ اس عقلی قاعدہ پر مبنی ہے کہ دہوپ بلا آفتاب کے نکلے نہیں پیدا ہوتی اور دہوپ نکلی ہوئی ہم نے دیکھہ لی تو یقین ہونا چاہیئے کہ آفتاب نکل آیا یہ تین طریقے ہوئے کسی چیز پر موجود نے کا حکم کرنے کے یعنی آنکھ وغیرہ سے دیکھنا یا محسوس کرنا اور خبر معتبر کے ذریعہ سے علم ہونا اور عقلی طور پر معلوم ہو جانا تینوں کی مثالیں ذکر کیگئیں تینوں میں یقین کے ساتھ ہم کو ایک چیز کے وجود کا علم ہوتا ہے حالانکہ آنکھہ سے دیکھنا مثال اول ہی میں پایا گیا ہے باقی دو میں آنکھہ سے دیکھنا نہیں پایا گیا تو ثابت ہوا کہ کسی چیز کو موجود ماننے کے لئے اسکی ضرورت نہیں کہ آنکھ سے یا حواس سے بھی دیکھا ہو یا محسوس کیا ہو اور نہ یہ طریقہ صحیح ہے کہ جس چیز کو مثلاً دیکھا نہ ہو اسکو غلط کہدیا جاوے راقم کہتا ہے کہ غور سے دیکھا جاوے تو ان تینوں میں سے زیادہ کار آمد اور مستعمل تیسرا ہی طریقہ ہے یعنی استدلال عقلی اور خاص انسانی کمال بھی یہی ہے مشاہدہ سے علم ہو جاتا تو جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے گائے بیل چارہ کو دیکھکر اسکی طرف دوڑنے لگتے ہیں اور شیر بھیڑیئے کو دیکھکر بھاگنے لگتے ہیں مگر قوت استدلالیہ ان میں نہیں ہے یہ نہیں جان سکتے کہ ہم دس میل کی چال فی گھنٹہ چلیں گے تو دلی سے کلکتہ کتنی دیر میں پہونچینگے اور اس سفر کیلئے ہم کو کتنا چارہ لے لینا چاہیئے اور انسان گھر بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیتا ہے کہ میں اگر ایک گاڑی ایسی بناؤنگا کہ دس میل فی گھنٹہ چلے تو دلی سے کلکتہ اتنے گھنٹے اور منٹ میں پہونچیگا اور اتنے سامان کی ضرورت ہوگی اور جتنے بڑے بڑے کام اور جتنی ایجادیں آجکل ہو رہی ہیں سب قوت استدلالیہ ہی کی برکات ہیں بعض باتیں بعض حیوانات کو ایسی حاصل ہیں کہ انسان کو حاصل نہیں مثلاً شہد کی مکھی چھتہ ایسا بناتی ہیں کہ انسان نہیں بتا سکتا اور ہزار کوس پر اس مکھی کو

۵۰

(ا) مثلاً نصوص نے خبر دی ہے کہ ہم سے جہت فوق میں سات اجسام عظام ہیں کہ ان کو آسمان کہتے ہیں اب اگر اس نظر آنے والے نیلگوں خیمہ کے سبب

(ح) بند کرکے لیجایئے جب وہاں سے چھوٹے گی اپنے چھتہ میں آجاویگی راستہ نہیں بھولتی یہ بات اِنسان کو حاصل نہیں یا بندر زہر کو پہچان لیتا ہے اِنسان نہیں پہچانتا وعلیٰ ہذا۔ لیکن حیوانات میں قوت استدلالیہ یعنی معلومات سے مجہولات کی طرف پہنچ جانا نہیں اسواسطے کسی کام میں ترقی نہیں کرسکتے اور اِنسان کو وہ قدرت دی گئی ہے کہ گھر میں بیٹھے باہر کے حالات اور دُور و دراز اور ماضی و مستقبل کے حالات کا اندازہ کرلیتا ہے اور معمولی اشیاء سے وہ عجیب و غریب چیزیں بناتا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے یہ سب سائنس کے کرشمے ہیں جیساکہ سب جانتے ہین اور سائنس کاہے سے حاصل ہوا؟ قوت استدلالیہ سے تو معلوم ہوا کہ تمام ترقیات کا دار و مدار قوت استدلالیہ پر ہے اور معلومات بڑہانے کا عمدہ ذریعہ یہی قوت ہے اور مشاہدہ اور خبر اسقدر کار آمد نہیں یہ بات ایسی واضح اور مسلم ہے کہ کوئی بھی اسکا انکار نہیں کرسکتا خصوصاً تعلیم یافتہ اصحاب کیونکہ وہ دن رات سائنس کے کرشمے اور زمانہ حال کی ترقیات دیکھتے رہتے ہیں مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ دنیا کی باتون میں توہمکو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور موجدین کی تعریف میں کہتے ہیں کہ کیا دماغ پائے ہیں کھیل تماشون اور معمولی باتون میں سے کیا کیا چیزیں بنا لیتے ہیں کھڑے ایک پہیے کو لڑھکتے دیکھکر بائیسکل بنالی جو آدمی کو لیکر تیز رفتار سے چلتی ہے بھاپ سے ہانڈی کا سرپوش اٹھتے دیکھکر تاڑ لیا کہ بھاپ میں قوت تحریک ہے پھر اسکو اسقدر عروج تک پہونچایا کہ ریل بنالی اور ہر کام کیلیئے ایک مشین بنالی گویا ہاتھ کو تکلیف دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی گولیاں بھی مشین ہی بناتی ہے شیشیوں پر لیبل بھی مشین ہی لگاتی ہے دیاسلائی کے کارخانہ مین جاکر دیکھئے موٹے موٹے درختون سے اتنی باریک دیاسلائیان تراشنا انہیں مصالحہ لگانا بکس تیار کرنا بکسوں کے اندر دیاسلائیاں بھرنا پھر ایک ایک درجن بکسون کے بنڈل بنانا اور انکے اُوپر کاغذ لپیٹنا سب مشین کرتی ہے پس قوت ارادیہ یا جان پڑنے کی کسر ہے ورنہ مشین انسان ہی کی طرح ایک مخلوق ہوجاوے پھر ایک موجد نے کھربا پر گھاس کے تنکے کو چپکتے دیکھکر اخذ کیا

۵۱

(۱) وہ ہم کو نظر نہ آتے ہوں تو یہ لازم نہیں کہ صرف محسوس نہ ہوتے سے انکے وقوع کی نفی کر دیجاوے بلکہ ممکن ہے کہ وہ موجود ہوں اور چونکہ مخبر صادق نے اسکی خبر دی ہے اسلئے اسکے وجود کا قائل ہونا ضروری ہوگا جیسا اصول موضوعہ نمبر ۲ میں مذکور ہے۔

(ح) کہ قوت کہربائی بھی کوئی چیز ہے اسکو اس عروج تک پہونچایا کہ بجلی کے جذبے ٹریوے بلا گھوڑے بیل کے بلکہ بلا آگ اور بھاپ کے چل رہی ہے بلا آگ اور تیل کے روشنی ہوتی ہے اور بلا قلی اور مزدور کے اور بلا شین کے پنکھے چلتے ہیں بلکہ اب تو بڑی بڑی قوت کی مشینیں اس قوت کہربائی ہی سے چل رہی ہیں یہ سب کرشمے قوت استدلالیہ ہی کے ہیں موجدین کی تعریف اسکی بدولت کیجاتی ہے لیکن جب دین کے بارہ میں اسکو استعمال کیا جاتا ہے تو بجائے اسکے کہ اسکو صدق دل سے تسلیم کرلیں اور نتیجہ صحیح نکالیں یا جو نتیجہ نکالکر بتایا جاوے اسکو مان لیں اسپر مشاہدہ کو طلب کرتے ہیں جو تینوں حصول علم کے طریقوں میں سے سب سے کم مستعمل طریقہ ہے اور اس طریقہ کا جسکی دنیا کے کاموں میں تعریف کرتے تھے یعنی استدلال عقلی دین کے بارہ میں استعمال کرنا ناکافی سمجھتے ہیں کاش دونوں جگہ اسکو یکساں سمجھتے تو دین کے بارہ میں ایک شبہ کی بھی گنجائش نہ رہتی اور جیسا کہ اقلیدس کی بیسویں شکل مثلاً استدلال عقلی سے اسطرح ثابت ہوجاتی ہے کہ اس سے پہلے انیسویں شکل اور اس سے پہلے اٹھارہویں اور اس سے پہلے سترہویں وغیرہ ثابت ہیں حتیٰ کہ سلسلہ شکل اول تک پہونچتا ہے ہر شکل اس سے پہلی شکل سے باضافہ کسی اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کے ثابت ہوتی چلی جاتی ہے پھر اگرچہ اس شکل کی ہیئت کذائیہ ایسی ہوتی ہے کہ بداہتہً سمجھ میں نہیں آتی مگر اسکے ثبوت اور واقعیت میں دل میں تردد تک نہیں رہتا اسوجہ سے کہ اسکی بنا۔ اس سے پہلے ثابت شدہ شکلوں اور اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ پر ہے جو تسلیم شدہ ہیں اسیطرح اگر استدلال عقلی سے کام لیں تو ہر بات دین کی بھی اسیطرح مسلم اور ثابت ہوجاوے جیسے اقلیدس کی بیسویں شکل۔ وہ استدلال عقلی یہ ہے کہ دین کی باتیں اللہ و رسول کی بتائی ہوئی ہیں اور اللہ و رسول سچے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ یہ باتیں سب سچی ہیں جیسا کہ اقلیدس کی بیسویں شکل کے ثابت کرتے کے لئے

۵۲

(ح) کہا جاتا ہے کہ یہ شکل اپنے سے پہلی گذشتہ شکلوں سے باضافہ فلاں اصول موضوعہ ثابت ہوتی ہے اور اصول موضوعہ اور وہ پہلی شکل صحیح ہے لہذا بیسویں شکل بھی صحیح ہے ہاں یہ گنجایش ہے کہ اصول موضوعہ میں کلام کیا جاتا ہے یا انیسویں اور اس سے پہلی شکلون کے اصول موضوعہ سے ثابت ہونے میں کلام کیا جاوے۔ انکا ثابت کرنا اور منوا دینا معلم کے ذمہ ہوگا لیکن جب اصول موضوعہ کو اور بیسویں شکل سے پہلی شکلوں کو منوا دیا گیا تب یہ گنجائش نہ ہوگی کہ بیسوین شکل میں شبہ کیا جاتے اور مشاہدہ کو طلب کیا جاتے اسی طرح جویائے حق کو یہ گنجایش تو ہے کہ اللہ ورسول کے سچے ہونے میں کلام کیا جاتے اور جیسا چاہے شبہ کیا جائے اسکا ثابت کرنا متکلم کا ذمہ ہوگا۔ اسکے لئے علماء اسلام بہت خوشی اور فراخ دلی کے ساتھ تیار ہیں لیکن یہ کلام کرنا حق ہے اس شخص کا جو اپنے آپ کو مسلمان نہ کہتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہنا مان لینا ہے اللہ ورسول کے سچے ہونے کو اسکے بعد دین کی باتوں میں مشاہدہ کا طلب کرنا ایسا ہے جیسے اقلیدس کے اصول موضوعہ اور انیس شکلوں کے ماننے کے بعد بیسویں شکل میں مشاہدہ کا طلب کرنا کہ بالکل عقل وانصاف کے خلاف ہے۔ الغرض کسی چیز کو سچا ماننے کے لئے تین طریقے ہیں۔ مشاہدہ۔ سچی خبر۔ استدلال عقلی۔ ان میں سے جس طریق سے بھی کوئی بات ثابت ہو جائے دوسرے طریق کے ثبوت کا مطالبہ جائز نہیں بنا برین جبکہ خبر صحیح (حدیث وقرآن) سے ثابت ہو کہ ہمارے اوپر کی طرف سات بہت بڑے بڑے اجسام ہیں جنکو آسمان کہتے ہیں یہ بات خبر صحیح سے ثابت ہوتی ہے جو علم کے تین طریقون میں ایک طریقہ ہے تو اسپر یہ مطالبہ کرنا کہ آنکھ سے دکھاؤ جائز نہیں جیسا مفصل بیان ہوا ورنہ لازم آئے گا کہ جسنے کلکتہ دیکھا نہیں وہ تاوقت آنکھ سے نہ دیکھ لینے کے کلکتہ کا انکار کرتا رہے اور جس نے جارج بادشاہ کو نہیں دیکھا وہ تاوقت آنکھ سے نہ دیکھ لینے کے اسکا انکار کرتا رہے اور اگر اس درمیان میں وہ بغاوت کرے تو اسپر کوئی الزام نہ ہو کیونکہ اس نے مشاہدہ نہیں کیا اسکو کوئی عقلمند تسلیم نہ کریگا اور سب اسکو ملزم ہی قرار دینگے اسکی بناء اسی بات پر تو ہے کہ یہ باتیں صحیح خبرون سے ثابت ہیں گو مشاہدہ میں ابتک نہیں آئیں آجکل تعلیم یافتہ اصحاب سے جب آسمانوں کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں آسمان کیا چیز ہے

۵۳

(۱) نمبر ۵ منقولات محضہ پر دلیل عقلی محض کا قائم کرنا ممکن نہیں اسلئے ایسی دلیل کا مطالبہ بھی جائز نہیں۔

شرح۔ نمبر ۴ میں بیان ہوا ہے کہ واقعات کی ایک قسم وہ ہے جنکا وقوع مخبر صادق کی خبر سے معلوم ہوتا ہے منقولات محضہ سے ایسے واقعات مراد ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے واقعات پر دلیل عقلی محض سے استدلال ممکن

(ح) دکھاؤ کہاں ہے اگر جواب دیا جاتا ہے کہ اوپر ہے تو کہتے ہیں کہ یہ نیلے رنگ کا خیمہ سا جو نظر آتا ہے یہ تو ہوا کا رنگ ہے اور یہ میلوں تک ہوا ہے بوجہ عمیق ہونیکے نیچے سے اسکا رنگ نیلا نظر آتا ہے جیسے بہت گہرا پانی کہ نیلا نظر آنے لگتا ہے جواب علی سبیل التسلیم یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نیلا رنگ ہوا کا سہی مگر اسکے اوپر آسمان ہے جو نظر نہیں آتا کسی چیز کے نظر نہ آنے سے اسکی نفی نہیں کیجا سکتی جیسے کلکتہ کے وجود کی یا جارج بادشاہ کے وجود کی نفی نہ دیکھنے کی وجہ سے نہیں کیجا سکتی (راقم کہتا ہے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ اوپر نیلا رنگ ہوا کا ہے اور سائنس والوں کا صرف خیال دلیل نہیں ہو سکتا یہ انکا محض وہم و گمان ہے وہ بھی اسکا قطعی ایسا دعوے نہیں کر سکتے جسمیں مخالف کو کلام کرنیکی گنجایش نہ رہے) آسمانوں کا شرعی ثبوت اوپر نمبر ۲ میں گذر چکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں کا ثبوت خبر سے ہے اسمیں مشاہدہ کا مطالبہ جائز نہیں اور چونکہ وہ ممکن ہے محال نہیں اور مخبر صادق نے خبر دی ہے لہٰذا اسکا قائل ہونا ضروری ہوگا دیکھئے اصول موضوعہ نمبر ۲۔

نمبر ۵ اور نمبر ۴ میں بیان ہوا ہے کہ کسی واقعہ کو سچا ماننا تین طرح سے ہو سکتا ہے مشاہدہ یعنے حواس کے ساتھ ادراک کر لینے سے جیسے آفتاب کو ہم نے نکلا ہوا آنکھ سے دیکھ لیا۔ اور معتبر خبر سے جیسے تواریخی قصے بشرطیکہ پایۂ ثبوت کو پہونچ جاویں اور کوئی دلیل معارض ایسکے خلاف اس سے زائد قوی نہ ہو جیسے سکندر اور دارا کی لڑائی یا انگریزوں کے گذشتہ تاجداروں کے قصے۔ اور استدلال عقلی سے جیسے دہوپ کو دیکھکر آفتاب کے نکلنے کا یقین ہو جانا۔ یہ تین طریقے ہوئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ ان میں سے کسی ایک ہی طریق سے ثابت ہوتا ہے اور کبھی دو طریقوں سے اور کبھی تین طریقوں سے۔ تو کل طریقے مفرد اور مرکب یہ ہوئے۔ مشاہدہ[۱]۔ خبر[۲]۔ استدلال عقلی[۳]۔ مشاہدہ اور خبر[۴]۔ مشاہدہ اور استدلال عقلی[۵]۔ خبر اور استدلال عقلی[۶]

(ا) نہیں جیسا نمبر ۲ کی قسم سوم میں ممکن ہے مثلاً کسی نے کہا کہ سکندر اور دارا دو بادشاہ تھے اور ان میں جنگ ہوئی تھی اب کوئی شخص کہنے لگے کہ اسپر کوئی دلیل عقلی قائم کرو تو ظاہر ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا فلسفی ہو لیکن بجز اسکے اور کیا دلیل قائم

(ح) مشاہدہ اور خبر اور استدلال عقلی۔ کل سات قسمیں ہوئیں مثالیں انکی یہ ہیں۔ مشاہدہ جیسے آفتاب کو دیکھکر یقین ہوگیا۔ خبر جیسے کسی نے خبر دی کہ آفتاب نکل آیا۔ استدلال عقلی جیسے دہوپ کو دیکھکر یقین ہوگیا آفتاب کے نکلنے کا۔ مشاہدہ اور خبر جیسے کسی نے خبر دی کہ آفتاب نکل آیا ہے پھر ہم نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیا۔ مشاہدہ خبر اور استدلال عقلی جیسے ہم نے اول دہوپ دیکھی پھر آنکھ سے آفتاب کو بھی دیکھ لیا۔ خبر اور استدلال عقلی جیسے دہوپ کو دیکھا پھر کسی نے خبر دی کہ آفتاب نکل آیا۔ مشاہدہ اور خبر اور استدلال عقلی جیسے ہم نے دہوپ بھی دیکھی اور کسی نے بتلایا بھی کہ آفتاب نکل آیا اور ہم نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیا یہ کل مثالیں ہوگئیں۔ کسی واقعہ کو سچا ماننے کے لئے تینوں طرح کی دلیلوں کا جمع ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ دو طرح کا جمع ہونا بھی ضرور نہیں۔ ایک طرح کی دلیل کا ہونا بھی کافی ہے جیسا کہ نمبر ۲ میں بیان ہوچکا بلکہ بعض واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک ہی قسم کی دلیل انکے واسطے ہوسکتی ہے دو یا تین قسم کی ہو ہی نہیں سکتی مثلاً صرف مشاہدہ کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک جنگل لق و دق میں اکیلے ہوں اور ایک شخص ہمارے پاس آوے تو اس صورت مین ہم کو اسکے آنے کا علم صرف مشاہدہ سے ہوگا نہ کوئی خبر دینے والا ہے نہ استدلال عقلی موجود ہے اور صرف خبر کی مثال تاریخی واقعات کا علم ہے کہ نہ آنکھ سے ان واقعات کو دیکھ سکتے ہیں نہ عقلاً ثابت کرسکتے ہین اور استدلال عقلی صرف کی مثال آفتاب کا زمین سے ایک خاص درجہ بڑا ہونا ہے کہ یہ صرف ریاضی سے ثابت ہے نہ کسی نے ناپ کر دیکھا ہے نہ کیسکی خبر سے ثابت ہوا ہے اور جو اسکو ریاضی دانوں کے کہنے سے (جسکو خبر کہنا چاہیئے) ثابت مانا جاتا ہے اسکا مطلب بھی ہے کہ ریاضی دان کہتے ہیں کہ حساب سے یون ثابت ہے نہ یہ معنے ہیں کہ ہم نے ناپ کر دیکھا ہے غرض ایسے واقعات بھی ہیں جو صرف ایک ہی قسم کی دلیل سے ثابت ہوسکتے ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے جب کسی واقعہ کے لئے تینوں طریقوں میں سے صرف ایک ہی

(ا) کر سکتا ہے کہ ایسے دو بادشاہوں کا وجود اور مقابلہ کوئی امر محال تو ہے نہیں بلکہ ممکن ہے اور اس ممکن کے وقوع کی معتبر مورخین نے خبر دی ہو اور جب ممکن کی وقوع کی مخبر صادق خبر دیتا ہے اس کے وقوع کا قائل ہونا واجب ہے

(ح) طریق کی دلیل پیدا ہو سکے تو اسکے ساتھ محض کی قید لگائی جاتی ہے مثلاً کہا جاوے گا مشاہدہ محض یا خبر محض یا استدلال عقلی محض۔ خبر کا ترجمہ نقل بھی ہے۔ جو واقعہ محض خبر سے ثابت ہو سکے اسکو منقول محض کہینگے۔ اصول موضوعہ کے اسی نمبر ۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو واقعہ منقول محض ہے یعنے اسکا ثبوت صرف نقل (خبر) ہی سے ہو سکتا ہی اسپر دلیل عقلی محض کا قائم کرنا ممکن نہیں جب یہ ممکن نہیں تو اسکا مطالبہ بھی جائز نہیں۔ یعنے جو شخص ایسے واقعہ کا دعوے کرے جو صرف خبر (نقل) سے ثابت ہو سکتا ہے تو اسکے ذمہ یہ نہیں ہے کہ دلیل عقلی بھی اس واقعہ کے پیش آنے کی بیان کرے اور کسیکو یہ حق نہیں ہے کہ کہے کہ دلیل عقلی اسپر قائم کرو ورنہ تم کو جھوٹا کہا جاوے گا کیونکہ یہ خلاف مفروض ہے وہ واقعہ فرض ہی ایسا گیا ہی جسپر سوائے خبر کے دلیل عقلی قائم ہو ہی نہیں سکتی یہ واقعہ ایسا نہیں ہے جیسا اصول موضوعہ نمبر ۴ کی تیسری قسم تھی کہ وہاں وجود آفتاب کو دلیل عقلی سے یعنے دھوپ دیکھکر پہچان لیا تھا۔ بلکہ یہ واقعہ ایسا ہے کہ اسپر دلیل عقلی محض ہو ہی نہیں سکتی مثال اسکی تاریخی واقعات ہیں جیسے سکندر اور دارا کا دنیا میں آنا اور ان مین لڑائی ہونا کہ یہ ایسی بات ہے کہ اسکے واقع ہونے کا ثبوت صرف نقل (خبر) سے ہوا ہے ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے نہ کوئی طریقہ عقلی استدلال کا ہے جس سے انکا واقع ہونا ثابت ہو سکے عقلی دلیل صرف ان واقعات کے امکان ہونے کی ہے کیونکہ ہر وہ چیز ممکن ہے جسپر کوئی دلیل عقلی ناممکن (محال) ہونے کی نہ ہو اور یہ واقعات ایسے ہی ہیں لہذا انکا ممکن ہونا ثابت ہوا۔ دلیل عقلی سے صرف یہ ثابت ہوا عقل اس سے ساکت رہتی ہے کہ جب یہ واقعات واقع ہو سکتے ہیں تو واقع ہوئے یا نہیں۔ واقع ہونے کے ثبوت کے لئے یہ جملہ اور ملانا پڑتا ہے کہ جب یہ واقع ہو سکتے ہیں اور معتبر مورخین نے خبر دی ہے لہذا اطمینان ہے کہ ضرور یہ واقعات وقوع میں آئے اس ملانیکا حاصل یہی ہوا کہ ثبوت ان واقعات کا خبر سے ہوا عقلی دلیل سے صرف امکان ثابت ہوا۔

۵۶

(باقی آئندہ)

شرح شبیری

ہاتھی کی صورت اور اُسکی ہیئت میں شب تاریک میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود عرضہ را آوردہ بودندش ہنود

یعنی ہاتھی ایک تاریک گھر میں تھا اسکو ہندی لوگ دکھانے کے لئے لائے تھے۔

از برائے دیدنش مردم بسے اندران ظلمت ہمی شد ہر کسے

یعنی اُسکے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی اس تاریکی میں جا رہے تھے ہر ہر شخص۔

۲۴۱

دیدنش با چشم چون ممکن نبود اندر آن تاریکیش کف می بسود

یعنی جبکہ اسکو آنکھ سے (بوجہ تاریکی کے) دیکھنا ممکن نہ تھا تو اس تاریکی میں اُسپر ہاتھ ملتے تھے یعنے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھتے تھے۔

آن یکے را کف بخرطوم او فتاد گفت ہمچون ناودانست این نہاد

یعنی ایک کا ہاتھ تو سونڈ پر پڑا وہ بولا کہ یہ ذات تو مثل پرنالے کے ہے۔

آن یکے را دست بر گوشش رسید آن برو چون بادبیزن شد پدید

یعنی ایک کا ہاتھ اسکے کان پر پڑا تو اسپر وہ ہاتھی مثل ایک پنکھے کے ظاہر ہوا۔

آن یکے را کف چو بر پائش بسود گفت شکل پیل دیدم چون عمود

یعنی ایک شخص کا ہاتھ جو اسکے پاؤن پر ملا گیا تو وہ بولا کہ میں نے تو ہاتھی کی شکل مثل ایک ستون کے دیکھی۔

آن یکے بر پشت او بنہاد دست گفت خود این پیل چون تختے بدست

یعنی ایک شخص نے ہاتھ اسکی پیٹ پر رکھا تو وہ بولا کہ یہ ہاتھی تو مثل ایک تخت کے ہے۔

ہمچنین ہر یک بجزوے کو رسید فہم آن میکرد ہر جا مے تنید

یعنی اسیطرح ہر ایک کہ وہ جس جزو پر پہونچتا تھا وہ اسیکو سمجھتا تھا اور اسی جگہ پر تنتا تھا یعنی جو شخص جو سمجھے ہوئے تھا وہ اسی میں مست تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گہ گفت شان شد مختلف آن یکے دالش لقب داد این الف

۲۴۲ یعنی انکے اقوال نظرگاہ کی وجہ سے مختلف ہو رہے تھے کہ ایک تو اسکو دال کہتا تھا اور وہ الف یعنی مختلف عنوانات سے جو اسکو بیان کر رہے تھے اسکی یہ وجہ تھی کہ جسکی نظر جہاں پہونچی وہ اسی کو ہاتھی سمجھے ہوئے تھا تو دیکھو ایک ہی ذات میں نظرگاہ کے اختلاف سے اختلاف ہو رہا ہے۔

در کف ہر کس اگر شمعے بُدے اختلاف از گفت شان بیرون شدے

یعنی اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو انکے اقوال سے اختلاف باہر ہو جاتا اسلئے کہ سب اسکے پورے جسم کو دیکھ لیتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم حس ہمچون کف دست ست و بس نیست کف را بر ہمہ او دسترس

یعنی چشم حس بھی مثل کف دست ہی کے ہے اور بس کہ ہاتھ کو تمام جسم پر قدرت نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ہاتھ سے ہاتھی کے پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے اور اس وجہ سے اختلاف واقع ہوا اسیطرح یہ ہماری چشم حس بھی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی بس جسکی نظر جہان تک پہونچی

وہ اسیر رہگیا تو جب چشم حس سے غلطی ہوتی ہے تو تم کو یہ چاہیئے کہ اس سے دیکھنا چھوڑو بلکہ چشم حقیقت بین سے نظر کرو کہ حقائق اشیا منکشف ہون آگے اس چشم حس اور چشم حقیقت بین کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چشم دریا دیگرست و کف دگر کف بہل وز دیدۂ دریا نگر

یعنی چشم دریا تو اور ہے اور (چشم) کف اور ہے تو کف کو ترک کرو اور چشم دریا سے دیکھو۔ دریا سے مراد روح اور کف سے مراد ظاہر جسم وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تم اس آنکھ سے دیکھو جو کہ روح بین اور حقیقت بین ہے اور اس ظاہر بین چشم کو چھوڑو تب تم کو حقائق اشیا ر ظاہر ہوں گی اور اسوقت تم حقیقت بین ہو جاؤ گے۔

جنبش کفہا ز دریا روز و شب کف ہمی بینی و دریا نے عجب

یعنی کف کی جنبش روز و شب دریا ہی کی وجہ سے ہے تو تم کف کو تو دیکھتے ہو اور دریا کو نہیں دیکھتے تعجب ہے مطلب یہ کہ جسقدر تصرفات اور حرکات جسم کے ہیں یہ سب روح ہی کی بدولت ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تم ان تصرفات جسم کو تو دیکھتے ہو مگر ان تصرفات روح پر نظر نہیں کرتے سخت تعجب کی بات ہے آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

ما چو کشتیہا بہم بر مے زنیم تیرہ چشمیم و در آب روشنیم

یعنی ہم کشتیون کی طرح آپس میں لگ رہے ہیں اور خود تیرہ چشم ہیں اور آب روشن میں ہیں یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ جیسے کشتی کہ خود تو اندھی ہوتی ہے مگر ہوتی ہے آب روشن میں اسیطرح ہمارا یہ جسم ظاہری تو اندھا ہے۔ مگر روح کے پاس ہے لیکن اسے خود بھی خبر نہیں ہے۔

شرح حبیبی

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدے نگر در آب آب
آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کافتاب	کشت موجودات رامی داد آب
آدمؑ و حوّا کجا بود آن زمان	کہ خدا افگند این زہ در کمان
این سخن ہم ناقص ست و ابتر ست	آن سخن کہ نیست ناقص زان سر ست
گر بگویم زان بلغزد پائے تو	ورنہ گویم ہیچ ازاں ای وائے تو
ور بگویم در مثال صورتے	بر ہمان صورت بچسپے ای فتے
بستہ پائے چون گیا اندر زمین	سر بجنبانے ببادے بے یقین
لیک پایت نیست تا نقلے کنی	یا مگر پا را ازین گل بر کنی

چون کنے پارا حیاتت زین گل است | این حیاتت را روش بس مشکل ست

چون حیاتت از حق بگیری ای روی | پس غنی گردے زگل وردل روی

شیرخوارہ چون زدایہ بگسلد | لوت خوارہ شد مرا ورا مے ہلد

بستۂ شیر زمینے چون جہوب | جوئی فطام خویش از قوت القلوب

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر | ای تو نور بے حجب را نا پذیر

تا پذیرا گردی لے جان نور را | تا بہ بینی بے حجب مستور را ۲۴۵

چون ستارہ سیر بر گردون کنی | بلکہ بے گردون سفر بیچون کنے

آنچنان کز نیست در ہست آمدی | ہین بگو چون آمدی مست آمدی

راہہائے آمدن یادت نماند | لیک رمزی با تو بر خواہیم خواند

ہوش را بگذار انگہ ہوش دار | گوش را بر بند انگہ گوش دار

می نگویم زانکہ تو خامے ہنوز | در بہاری وندیدستے تموز

این جہان ہمچون درختست ای کرام ‏ ما برو چون میوہائے نیم خام

سخت گیرد خامہا مر شاخ را ‏ زانکہ در خامے نشاید کاخ را

چون بہ پخت و گشت شیرین لب گزان ‏ سست گیرد شاخہا را بعد ازان

چون ازان اقبال شیرین شد دہان ‏ سرد شد بر آدمی ملک جہان

سخت گیری و تعصب خامے است ‏ تا جنینے کار خون آشامی است

۲۴۶ چیز دیگر ماند اما گفتنش ‏ با تو روح القدس گوید بی منش

اُوپر سے مولانا لوگوں کی غفلت از حق سبحانہ کو بیان کرتے آرہے ہیں اَب اس غفلت کو دُور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے تو جو کشتی تن میں بڑا سو رہا ہے آخر تو نے پانی کو تو دیکھا ہے جس سے وہ کشتی تن چل رہی ہے یعنی رُوح کو تو تو جانتا ہی ہے پس تو اس پانی کو بھی تو دیکھ جو اس پانی کو چلا رہا ہے یعنی حق سُبحانہ پر بھی تو نظر کر جو رُوح میں متصرف ہے اسلئے کہ اس پانی کیلئے بھی ایک پانی ہے جو اسکو چلا رہا ہے اور روح کیلئے بھی ایک رُوح ہے جو اسکو اپنی طرف بلاتی ہے اور صرف رُوح پر انتہا نہیں ہو گئی بلکہ منتہی رُوح الروح یعنی حق سُبحانہ ہیں تو اسکو کیوں نہیں دیکھتا رُوح الروح کے وجود کی دلیل یہ ہی کہ روح کا وجود اور دیگر کمالات ذاتی نہیں چنانچہ ایک وقت میں وہ اپنے وجود اور تمام کمالات سے معرا تھی پس ضرور کوئی اور رُوح ہے جس نے اسکو وجود اور دیگر کمالات عطا کئے اور وہ ازلی قدیم ہے دیکھہ تو موسے ؑ و علیٰ ؑ اسوقت کہاں تھے جبکہ وہ موجودات کو اپنے

فیوض سے مالا مال کر رہے تھے اور آدم و حوا کہاں تھے جبکہ حق سبحانہ نے کمان تصرف کوزہ
کیا تھا اور ایجاد خلق اور دیگر تصرفات کا ارادہ کیا تھا اسکا جواب یہ ہے کہ کہیں نہیں پس معلوم ہوا کہ
ان تمام موجودات سے باہر ایک ذات ہے جو یہ سب تصرفات کرتی ہے اسیکو ہم خدا کہتے ہیں
اور وہی روح الروح ہے اور وہی آب آب۔ یہ گفتگو ناقص اور ناتمام ہے اس سے پورا مدعا
ظاہر نہیں ہوتا جو بات ناقص اور ناتمام نہیں وہ وہی ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے ہو یعنی
ذوق و وجدان صحیح وہ اصل حقیقت کو پورے طور پر ظاہر کر دیتی ہے جسمیں شک و شبہ کی
گنجایش نہیں اور ایسی گفتگو میں تو شکوک و شبہات نکل سکتے ہیں لہذا اگر تم انکشاف حقیقت
چاہتے ہو تو ذوق و وجدان حاصل کرو۔ اگر میں امور کشفیہ کو تجھسے ظاہر کرتا ہوں تو یہ اندیشہ
ہے کہ تو اس راہ سے واقف تو ہے نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا سمجھہ جاوے اور گمراہ ہو جاوے
اور اگر نہیں بیان کرتا تو یہ بھی تیرے لئے مصیبت ہے کہ تو بالکل ہی محروم رہا جاتا ہے پس
میں عجب کشمکش مین ہوں کہ کیا کروں اگر مثالوں سے سمجھاتا ہوں تو اسمیں یہ خرابی ہے کہ صورت
ہی کو لیکر رہجاتا ہے اور اس سے حقیقت کی طرف نہیں چلتا۔ بات یہ ہے کہ تو پابند صورت ۲۴۷
ہے اسلئے تیری ایسی مثال ہے کہ جیسے گھاس زمین میں جما ہوا ہو اور ہوا سے حرکت کرتا ہو یونہی
تو بھی پابند صورت ہو کر اس سے مزہ لیتا اور جھومتا ہے مگر جس طرح گھاس کے پاؤں نہیں
کہ وہ ایک انچہ جگہ سے ہٹ جاوے یون ہی تیرے بھی پاؤن نہیں کہ صورت سے حقیقت
کی طرف ذرا سی بھی حرکت کرے ہاں تیری حرکت و انتقال کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ تو
صورت کو چھوڑ دے اور اس نے جو تیرے پاؤں پکڑ رکھے ہیں انکو چھڑا لے لیکن تو ایسا
کریگا کیوں اسلئے کہ یہ حیات موجودہ تو تیری اسیکے دم سے ہے اور تو اس حیات کو چھوڑتا
نہیں چاہتا پس حقیقت کی طرف انتقال کیونکر ہو مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات سے کام چلنا
نہایت دشوار ہے جبتک یہ حیات ہے اسوقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس جبتک یہ
حیات موجودہ ہے یعنی تلذذات و تنعمات جسمانیہ وغیرہ موجود ہیں اسوقت تک تو تم سے صورت
سے استغنا نہیں ہو سکتا اور جبکہ حق سبحانہ سے تو نے حیات حاصل کی اور ما یہ حیات تیرا
غذائے روحانی ہوئی اسوقت تجھے گل کی ضرورت نہ ہوگی اور صورت سے تجھے کچھ

کام نہ رہے گا بلکہ تو اقلیم قلب میں پہونچ جاویگا اور تیری غذا حقائق و معارف ہونگے۔ دیکھو
جب بچہ دایہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ اغذیہ نفیسہ کھانے لگتا ہے اور دایہ سے کچھ
بھی واسطہ نہیں رکھتا پس یہی حالت تمہاری ہوگی نیز تم بھی غلوں کی طرح پابند غذاے زمین اور
ناسوتی غذاؤں سے متغذی ہو لہذا اسکو چھوڑ دو اور غذائے دل حاصل کرو اور اسکی صورت یہ ہے
کہ چونکہ تم ابھی بیحجاب نور سے متغذی ہونے کی استعداد نہیں رکھتے اسلئے اولاً کلمات حکمت
اور پند و نصائح سے غذا حاصل کرو کہ یہ نور مستور ہے اور اسکو تم ہضم کر سکتے ہو اس سے
تمہارے اندر نور بے حجاب کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوگی اور تم اس پوشیدہ نور کو
بیحجاب دیکھنے لگوگے اور تمہاری یوں کایا پلٹ ہوگی کہ اب تو ایک انچہ بھی حرکت نہیں کر سکتے
اسکے بعد ستاروں کی طرح آسمان پر چلوگے (یعنی بسیر معنوی و روحانی) بلکہ آسمان تو کیا چیز ہے
لامکان میں بے کیف متعارف سیر کروگے سیر بے کیف اگر سمجھ میں نہ آئی ہو تو سمجھو کہ تم یونہی
سیر کروگے جیسے نیستی سے ہستی میں آئے تھے بھلا بتلاؤ تو سہی کیسے آئے تھے مست آئے اور
مست ہی جاؤگے تمہیں تو آنے کا راستہ یاد نہیں رہا اسلئے جا بھی نہیں سکتے مگر ہم اشارۃً ۲۴۸
تم کو بتلاتے ہیں اچھا اب تم دنیاوی عقل کو خیرباد کہکر سمجھنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور دنیاوی کام
بند کر کے سننے کیلئے مستعد ہو نہیں میں نہیں کہتا اسلئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی تو تیار بھی نہیں
ہے یعنی تیری ابتدائی حالت ہے تو نے گرمیاں نہیں دیکھیں اور پختہ نہیں ہوا لہذا تو ابھی نہ
اسرار کو سن سکے گا نہ سمجھ سکے گا یہ جہان ایسا ہے جیسے درخت اور ہم اسمیں ایسے ہیں جیسے
درخت پر گدرائے ہوئے میوے اور قاعدہ ہے کہ کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے
ہیں اسلئے کہ ہنوز وہ محلوں میں پہونچنے کے قابل نہیں ہوئے اور جب وہ پک گئے اور شیریں
اور مرغوب ہوگئے اسکے بعد وہ شاخ کو بہت ہلکے سے پکڑتے ہیں بس یہی حالت ہر انسان کی
ہے کہ جب وہ دولت باطنی سے شیریں دہن ہوتا ہے تو جہان اُسکی نظروں میں بالکل بے وقعت
ہو جاتا ہے اس عالم ناسوت کو سخت پکڑنا اور اسکے لئے تعصب کرنا دلیل خامی ہے دیکھ لو
جبتک تم شکم مادر میں اور ناقص ہوتے ہو اسوقت تک خون حیض کھاتے ہو اور جب کامل
ہوگئے اسوقت تمہاری غذا دودھ ہوتا ہے اور جب اور بے کامل ہوتے اسوقت اور غذائیں کھاتے ہو۔

(باقی آئندہ)

الحديث

حديث حنظلة كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فوعظنا وفيه نافق وفيه ولكن يا حنظلة ساعة وساعة مسلم مختصرا

ف فيه ان التغير الطبعي لا يخلو عنه كامل وهو غير مضر بل فيه من المصالح ما يذوقه أهل الطريق

حدیث حضرت حنظلہ کی حدیث ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں تھے آپنے ہم کو نصیحتیں فرمائیں اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ (حضرت حنظلہ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے یہ کہا کہ حنظلہ (یعنی میں) تو منافق ہوگیا (جسکی وجہ یہ بیان کی کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا جنت و دوزخ کا مشاہدہ کررہے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بیوی بچوں میں مشغول ہوکر وہ حالت نہیں رہتی اور یہ بظاہر نفاق ہے حضرت صدیق بولے کہ یہ حالت تو میری بھی ہے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ (پھر دونوں صاحب حضور میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کی سی حالت رہے تو تم سے ملائکہ مصافحہ کیا کریں) لیکن اے حنظلہ ایک ساعت کیسی ایک ساعت کیسی روایت کیا اسکو مسلم نے مختصراً

ف اس حدیث میں یہ ہے کہ تغیر طبعی سے کامل بھی خالی نہیں (چنانچہ صحابہ سب کا ملین تھے)

الحديث قال يوم بدر اللهم ان تهلك هذه العصابة لم يبق على وجه الارض احد يعبدك البخاري من حديث ابن عباس بلفظ ان شئت لم تعبد بعد اليوم **ف** سياق ما فيه

الحديث كان اذا دخل في الصلوة سمع لصدره ازيز كازيز المرجل ابو داود الترمذي في الشمائل والنسائي من حديث عبد الله بن الشخير **ف** في الحديثين اجتماع غلبة الحال مع الكمال ولو

خصوص حضرت صدیق اکبرؓ) اور یہ تعبیر (مقصود میں) مضر نہیں بلکہ اسمیں ایسی تحقیق ہیں جو اہل طریق کو ذوقی طور پر معلوم ہوتی ہیں

حدیث آپنے یوم بدر میں فرمایا اے اللہ اگر یہ جماعت (مسلمانوں کی) ہلاک ہو جاویگی تو روئے زمین پر کوئی شخص بھی ایسا نہ رہیگا جو آپ کی عبادت کرے گا روایت کیا اسکو بخاری نے ابن عباس کی حدیث سے ان الفاظ سے کہ اگر آپ کو یہی منظور ہے تو آج کے دن کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جاوے گی **ف** اس کا فائدہ آگے آتا ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز میں داخل ہوتے تھے تو آپ کے سینہ کی ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسے ہنڈیا کے جوش کی آواز ہوتی ہے روایت کیا اسکو ابو داود نے اور ترمذی نے شمائل میں اور نسائی نے عبد اللہ بن الشخیر کی حدیث سے **ف** اس حدیث میں اور حدیث سابق میں دلالت ہے اسپر کہ غلبہ حال کا کمال کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے اگرچہ یہ علی سبیل القلة ہوتا ہے (چنانچہ حدیث سابق میں دعا کا انداز اور اس حدیث میں

اجتماع غلبة الحال مع الكمال

علی الندرۃ۔	سینہ کی آواز اسی غلبۂ حال سے ناشی ہے)

کتاب الفقر والزہد

کتاب الفقر والزہد

الحدیث ابونعیم فی الحلیۃ من حدیث الحسین بن علی بسند ضعیف اتخذوا عند الفقراء ایادی الخ فی الحاشیۃ عن البرہان الحلبی عن ابن تیمیۃ بخط بعض الفضلاء حدیث اتخذوا مع الفقراء ایادی وکذا حدیث الفقر فخری کلاھما کذب وفی المقاصد الحسنۃ الفقر فخری قال شیخنا باطل موضوع والدیلمی عن معاذ ابن جبل رفعہ تحفۃ المؤمن فی الدنیا الفقر وسندہ لاباس بہ

ف واصل معنی الحدیثین من فضل الفقر والفقراء والاحسان الیھم ثابت بلا امتراء

الحدیث لقد ھممت ان لا

حدیث۔ ابونعیم نے حسین بن علی سے بسند ضعیف حلیہ میں روایت کیا ہے کہ فقراء کے پاس احسانات مہیا کیا کرو الی آخرہ حاشیہ میں برہان حلبی سے انہوں نے بخط بعض فضلاء ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مذکور اور اسیطرح حدیث الفقر فخری دونوں غلط ہیں اور مقاصد حسنہ میں ہے کہ الفقر فخری کو ہمارے شیخ نے باطل موضوع کہا ہے اور دیلمی نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے اور اسکی سند میں کچھ مضائقہ نہیں (اشارہ ہے قدرے ضعف کی طرف) **ف** اور اصل یعنی اون دونوں حدیثوں کی (جنکو موضوع کہا گیا ہے) یعنی فقر اور فقراء کی فضیلت اور اون کے ساتھ احسان کرنا یہ بلا کسی اشتباہ کے ثابت ہے ✣

حدیث۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ کسیکا

۱۲۳

فضل الفقر
فضیلت فقر

اتهبا الا من
قرشی
او ثقفی
او انصاری
او دوسی
الترمذی
من حدیث
ابیهریرة
وقال روی من
غیروجه عن
ابیهریرة قلت
ورجاله ثقات
ف فیه
اصل لتقیید
قبول
الهدیة
بشرائط تقتضیه
مصالح
الوقت

ہبہ قبول نہ کرونگا بجز قریشی یا ثقفی یا انصاری
یا دوسی کے (یہ اوسوقت فرمایا تہا جبکہ ایک
اعرابی نے آپ کو ایک اونٹ ہدیہ دیا تہا اور
آپنے اوس کے عوض میں کئی اونٹ عطا
فرمائے مگروہ راضی نہ ہوا وہ اسکو توقع اور زیادہ
کی تہی اِس فرمانے کا حاصل یہ تہا کہ یہ خاص
قبائل یا ان کے امثال عالی حوصلہ ہوتے
ہیں کہ محض محبت سے ہدیہ دیتے ہیں کسی
غرض کی طمع سے نہیں دیتے) روایت کیا
اسکو ترمذی نے حدیث ابوہریرہ سے
اور کہا کہ یہ حدیث کئی طریق سے ابوہریرہ
سے روایت کی گئی ہے میں (عراقی)
کہتا ہوں کہ اِس کے رجال ثقہ ہیں **ف**
اس حدیث میں اصل ہے اسکی کہ قبول ہدیہ
کو ایسے خاص شرائط کے ساتہ مقید
کردیا جاوے جن کو مصالح مقتضی ہوں
(اور اون شرائط کے نہ ہونے پر زد
ہدیہ کو خلاف سنت نہ کہا
جاوے)

۱۲۴

مقید کرنا قبول ہدیہ بعض شرائط مناسبہ
مگروہ کہ کردن ہدیہ بے شرائط مناسب

(باقی آیندہ)

اور یہ بھی عادت تھی کہ کسی کا ہدیہ نہ لیتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب کو ان سے محبت تھی اسلئے
شاہ صاحب دونوں وقت نہایت اہتمام کے ساتھ انکے لئے کھانا بھجوایا کرتے تھے اور جب
کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے بھی شاہ صاحب ہی بنادیا کرتے تھے اتفاق سے ایک روز ایک
بھنگ فروش عورت آئی اور اُس نے آکر نہایت سماجت سے عرض کیا کہ حضرت میں مجبور
ہوگئی ہوں اور میری دکان نہیں چلتی آپ نے اسکو ایک تعویذ لکھدیا اور فرمایا کہ اسکو بھنگ گھوٹنے
کے لوٹے پر باندھ دینا اور فرمایا کہ جب تیری دکان چل جائے تو مجھے یہ تعویذ واپس دے جانا
چونکہ آپکی خدمت مین بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ اسحٰق صاحب مولوی عبدالحئی صاحب وغیرہم
بیٹھتے تھے اسلئے انکو شاہ صاحب کے اس فعل سے بہت خلجان ہوا کہ شاہ صاحب اور بھنگ
کی بکری کا تعویذ۔ مگر اسکو دل ہی میں رکھا اور ظاہر نہیں کیا چند روز کے بعد عورت وہ بھنگیاں
مٹھائی کی لائی اور وہ تعویذ بھی لائی آپ نے خلاف معمول (کہ ہدیہ نہ لیتے تھے) بھنگیاں
قبول فرمالیں اب توان حضرات کا خلجان اور ترقی کر گیا جب وہ عورت چلی گئی تو آپ نے
وہ تعویذ ان لوگوں کو دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھ لو ہمیں کیا لکھا ہے انھوں نے پڑھا تو اس میں ۱۰۹
لکھا تھا کہ دہلی کے بھنگ پینے والو تمہارا بھنگ پینا مقدر ہوچکا ہے تم اور جگہ نہ پیا کرو اسکی
دکان پر پی لیا کرو اور اسی روز آپ نے حکم دیا کہ چار بوریے مسجد سے باہر بچھادیے جائیں
اور ایک مسجد کے اندر بچھادیا جاوے خدام نے اس حکم کی تعمیل کردی تھوڑی دیر میں چار جوگی
آئے شاہ صاحب نے انکو چاروں بوریوں پر بٹھایا اور خود مسجد کے اندر ڈالے ہوئے بوریے
پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر باتیں کرکے انکو رخصت کردیا اور چاروں چھبڑے مٹھائیوں کے
انکے ساتھ کر دئے اور جن لوگوں کو شبہ ہوا تھا انکو سُناتے ہوئے فرمایا مالِ حرام بود بجائے
حرام رفت۔ خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۹۲) **قولہ** متبنی بھی بنادیا تھا **اقول** اور متبنی کی
جو نفی آئی ہے وہ وہ ہے جسمیں احکام ابناء کے جاری کیئے جاویں مثل میراث وغیرہ **قولہ**
اجازت سے **اقول** یہ اجازت لینا تبرع تھا ورنہ بوقت مصلحت مالک کو اسکی اجازت ہے۔
قولہ متوکل ہوکر بیٹھ گئے تھے **اقول** ترک اسباب ظنیہ اقویاء کو جائز ہے اور کسی مصلحت سے

اسکو ترجیح دینا بھی خلاف طریق نہیں **قولہ** ہدیہ نہ لیتے تھے **اقول** حاجت نہ ہونے کے وقت بمصلحت اس طور سے عذر کردینا کہ مہدی کی دلشکنی نہ ہو نیز خلاف طریق نہیں اور عدم حاجت بڑے شاہ صاحب کے کفالت کے سبب تھی اور مصلحت کا علم خود حسب معاملہ کو ہونا کافی ہے **قولہ** ایک تعویذ لکھدیا **اقول** اس تعویذ کی حقیقت تو آگے مذکور ہے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ کوئی تعویذ ہی نہ تھا جسکے اثر سے بکری ہوتی ہو تو اعانت علی المعصیۃ کا شبہ تو متوجہ ہو ہی نہیں سکتا باقی یہ شبہ کہ اسکو نہی عن المنکر کیوں نہیں کیا اسطرح مدفوع ہے کہ توقع قبول کی نہ ہوگی رہا یہ کہ اگر نہی نہیں فرمائی تو کم از کم تقریر تو نہ فرماتے جس سے شبہ موافقت و عدم نکیر کا ہوتا ہے جواب یہ ہے ممکن ہے کہ انکشاف قدرے مغلوب ہوگئے ہوں اور مغلوب معذور ہوتا ہے اور یہی انکشاف بدرجہ غلبہ سبب ہوا ہو قبول ہدیہ کا. باقی قبول کے بعد اسکا مصرف اہل حاجت ہونا یہ تو قواعد شرعیہ ہی کا مقتضا ہے باقی اس مصرف کا کافی ہونا یہ مزید رعایت ہے مال کے خبث کی **قولہ** چار بوریے مسجد سے باہر الخ **اقول** یہ ضرور نہیں کہ یہ بوریے مسجد کے ہوں کیونکہ انکا استعمال غیر مصالح مسجد میں ناجائز ہے خود شاہ صاحب کے ہونگے (**ش ت**) ۱۱۰

(۹۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب نے بیان فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے مگر سید کی تعظیم دیتے تھے خواہ سُنی ہو یا شیعہ ایک رئیس تھا شیعی اسکے یہاں شاہ عبدالقادر صاحب کی اس عادت کا تذکرہ ہوا جن لوگوں نے ذکر کیا وہ سُنی تھے اسپر وہ رئیس بولا کہ میں شاہ صاحب کی خدمت میں جاتا ہوں اگر انھوں نے میری تعظیم دیدی تو میں سُنی ہو جاؤنگا اور اس سے میرے سید ہونے کی بھی تصدیق ہو جائے گی اور یہ کہکر وہ شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا اور جو لوگ اسوقت اسکے یہاں موجود تھے وہ بھی اسکے ساتھ ہولئے اس رئیس نے سب سے کہدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلیں کوئی شخص مجھہ سے آگے نہ جاوے جب وہ شاہ صاحب کی خدمت میں پہونچا تو حسب عادت شاہ صاحب نے اسکی تعظیم دی اس نے کہا کہ حضرت آپ نے میری تعظیم کیوں دی آپ نے فرمایا کہ تمہارے سید ہونے کی وجہ سے اس نے کہا

کہ میں تو شیعی ہوں آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے اس پر اس نے کہا کہ آپ شیعوں کی بھی تعظیم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے تو اسکی تعظیم دیتا ہوں اس نے کہا اسکی کیا وجہ آپ نے فرمایا قرآن شریف اگر کاتب کی غلطی سے غلط لکھا جاوے تو اسکو قرآن کہیں گے گو یہ بھی کہیں گے کہ غلط ہے اس پر وہ سنی ہو گیا اور جتنے اسکے ساتھ شیعہ تھے وہ بھی سُنی ہو گئے اور جب اسکی خبر اور شیعوں کو ہوئی تو اور بھی چند شیعہ سنی ہو گئے اور اس رئیس نے بہت دھوم کے ساتھ مٹھائی بانٹی۔

حاشیہ حکایت (۹۳) قولہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے **اقول** توقیر مبتدع کے لزوم کا عذر یہ ہے کہ یہ توقیر من حیث البدعت نہ تھی کسی دوسرے مقتضی سے تو کافر کا اکرام بھی وارد ہے (**شت**)

(۹۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب نے فرمایا کہ ایک اور قصہ سُناتا ہوں اکبری مسجد جسمیں شاہ عبد القادر صاحب رہتے تھے اسکے دونوں طرف بازار تھا اور اس مسجد میں دونوں طرف حجرے اور سہ دریاں تھیں ان میں سے ایک سہ دری میں شاہ عبد القادر صاحب رہتے تھے اور اپنے حجرے سے باہر سہ دری میں ایک پتھر سے کمر لگا کر بیٹھا کرتے تھے بازار کے آنے جانے والے آپ کو سلام کیا کرتے تھے سو اگر سنی سلام کرتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے جواب دیتے تھے اور اگر شیعی سلام کرتا تو الٹے ہاتھ سے جواب دیتے تھے یہ بیان کر کے مولوی عبد القیوم صاحب نے یہ فرمایا مبن کیا کھد ون

المؤمن ینظر بنور اللہ۔

حاشیہ حکایت (۹۴) قولہ سیدھے ہاتھ سے الی قولہ الٹے ہاتھ سے **اقول** اس تفاوت کی بنار کرامت ہونا تو ظاہر ہے باقی کرامت میں جو دوام نہ ہونا مقرر ہے سو مراد دوام اختیاری کی نفی ہے اور ہاتھ سے سلام کے منہی عنہ کا اگر شبہ ہو تو وہ غیر ضرورت میں ہے اور یہاں ضرورت ہوگی مثلاً سلام کرنے والا دور ہوتا ہو گا کہ جواب سُنانے میں تکلف ہوتا ہو گا ایسی حالت میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ بالید ثابت ہے اور یا نہی کا محمل اکتفا بالاشارہ ہے اور جمع میں اجازت ہو (**شت**)

(۹۵) خانصاحب نے فرمایا کہ میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب اور مولوی عبدالقیوم صاحب اور شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا کہ میاں عبدالقادر اسحٰق کی طرف بھی توجہ کرو نہ۔ اسکا جواب شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ دیا کہ حضرت اسحٰق کو ضرورت نہیں ہے وہ بلا ذکر و شغل اور ریاضت ہی کے اُن لوگوں سے بڑھا ہوا ہے جو باقاعدہ سلوک طے کرتے ہیں غرض شاہ صاحب نے چند مرتبہ فرمایا مگر شاہ عبدالقادر صاحب نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

حاشیہ حکایت (۹۵) قولہ اسحٰق کو ضرورت نہیں ہے **اقول** اس جواب کی حقیقت وہی ہے جو محققین فرماتے ہیں کہ مقصود اصلی نسبت احسان ہے خواہ اعمال شرعی سے حاصل ہو جاوے خواہ اشغال صوفیہ سے رہا یہ کہ پھر بڑے شاہ صاحب نے توجہ کا کیوں مشورہ دیا سو یا تو حضرت شاہ صاحب کو کمال نسبت احسان کی اطلاع نہ ہوگی یا اسکی تقویت دوسرے طریق سے بھی تجویز فرمائی ہوگی (**اشت**)

(۹۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور انکے علاوہ اور بہت سے حضرات نے بیان فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب جس تپھر سے کمر لگا کر بیٹھتے تھے اسمیں نشان ہو گیا تھا اور آپ کی مجلس کا یہ رنگ ہوتا تھا کہ بالکل خاموشی طاری ہوتی تھی اور مجلس میں کوئی شخص بات نہ کرتا تھا اگر شاہ صاحب کو کچھ فرمانا ہوتا تھا تو فرما دیتے تھے ایک مرتبہ آپ تپھر سے آگے کی طرف کو جھکے لوگوں نے سمجھا کہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں لوگ سننے کے لئے متوجہ ہوگئے آپ نے یہ آیت پڑھی اذ یغشی السدرۃ ما یغشی اور فرمایا کہ کسی چیز نے ڈھانک لیا تھا سدرہ کو۔ اور یہ فرما کر آپ پر گریہ طاری ہوا اور پیچھے کو ہٹ گئے تھوڑی دیر تک روتے رہے جب رونا ختم ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد مولوی عبدالحئی صاحب نے فرمایا کہ حضرت کچھ بیان فرمانا چاہتے تھے مگر وہ بات یوں ہی رہگئی ہے آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا جس بات کو اللہ تعالےٰ نے مجمل رکھا ہو عبدالقادر کی کیا مجال ہے کہ اسکی تفصیل کر سکے اس قصہ کو بیان فرما کر مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر کا مذہب یہ تھا اجملوا ما اجملہ اللہ ورسولہ اور جن باتوں کی قرآن و حدیث میں تفصیل نہیں بتلائی گئی شاہ صاحب بھی انکی تفصیل نہ فرماتے تھے اور انکو مجمل ہی رکھتے تھے۔

(باقی آئندہ)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عین اسوقت جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے نومسلموں کو بیعت فرما رہے تھے آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے لیکر آئے کیونکہ آپکی بصارت جاتی رہی تھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرما کر کہ بڑے میاں کو کیوں تکلیف دی ہم ہی انکے مکان پر چلے چلتے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ جنکی سفید ڈاڑہی نیچے لٹک رہی تھی بصدق دل مسلمان ہوئے اسکے بعد حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضاب کرو اور ڈاڑہی کو مہندی سے رنگ لو تا کہ یہود سے مشابہت نہ رہے۔

قتادہ[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے بالوں میں خضاب کا استعمال کیا“۔

آپ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ تک زندہ رہے ۱۴ھ میں ستانوے برس کی عمر پا کر اپنے بیٹے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انتقال فرمایا چنانچہ اسکے ترکہ میں سے آپ کو بھی چھٹا حصہ از روئے فرائض ملا جو کہ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی کو دیدیا۔

والدہ ماجدہ کا اسم گرامی

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی سلمیٰ بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے جو کہ آپکے والد بزرگوار کے چچا کی بیٹی ہیں اور کنیت ام الخیر ہے محمد[2] بن سلام نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن واب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ ام الخیر نام ہی صحیح یہی ہے کہ ام الخیر کنیت ہے اور نام نامی سلمیٰ ہی ہے محمد[3] بن سعد کا قول ہے کہ انکا نام لیلیٰ بنت صخر بن عامر تھا اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تھا مگر یہ غلط ہے اسلئے کہ اس صورت میں آپ ابو قحافہ کے بھائی کی بیٹی ہو جائینگی اور اہل عرب بھائی کی بیٹی سے زمانہ جاہلیت میں بھی نکاح نہ کرتے تھے پہلا ہی قول صحیح ہے۔

[1] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۸۳-۱۲ منہ [2] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۶۹-۱۲ منہ [3] اسد الغابہ ۱۲ منہ

حضرت سلمٰی بھی ان عورتوں میں سے ہیں جنکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپکی وفات ہوئی۔

نسب پدری

اس طرح ہے ابوبکر[1] بن عثمان[2] ابو قحافہ[51] بن عامر[3] بن عمرو[4] بن کعب[5] بن سعد[6] بن تیم[7] بن مرہ[8] بن کعب[9] بن لوی[10] بن غالب[11] بن فہر[12] بن مالک[13] بن نضر[14] بن کنانہ[15] بن خزیمہ[16] بن مدرکہ[17] بن الیاس[18] بن مضر[19] بن نزار[20] بن معد[21] بن عدنان[22][52]۔

نسب مادری

اس طرح ہے سلمٰی بنت صخر بن عمرو[53] بن کعب بن تیم بن مرہ الخ

---

[51] ابو قحافہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی کنیت ہے ۱۲ منہ

[52] اسقدر نسب آپکا متفق علیہ ہے اسمیں کسی نسابہ اور مورخ کو بالکل اختلاف نہیں اسکے بعد اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک سلسلہ نسب میں سخت اختلاف ہے جو کہ احاطہ انضباط سے باہر ہے اور یہ اختلاف شمار میں بھی ہے اور ناموں میں بھی لیکن اکثر نسب دانوں نے عدنان سے لیکر حضرت اسمٰعیل تک صرف آٹھ نو پشتیں بیان کی ہیں چنانچہ بیان کرتے ہیں عدنان بن ادبن اود بن الھمیسع بن سلامان بن نبیت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام۔ مگر علامہ سہیلی کے نزدیک یہ صحیح نہیں بلکہ انھوں نے چالیس پشتیں تاریخ سے ثابت کی ہیں چنانچہ علامہ موصوف روض الانف میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویستحیل فی العادۃ ان یکون بینھما اربعۃ اوسبعۃ کما ذکر ابن اسحاق اوعشرۃ اوعشرون فان المدۃ اطول من ذلک کلہ	اور عادۃً محال ہے کہ دونوں میں ۴ یا ۷ پشتوں کا فاصلہ ہو جیسا کہ ابن اسحق نے ذکر کیا ہے یا ۱۰ یا ۲۰ پشتیں ہوں کیونکہ زمانہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

بہر حال یہ بات واقعی ہے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں ۱۲ منہ

[53] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۶۹ و نیز جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ بجائے عمرو کے عامر مرقوم ہے اور یہی لطائف اخبار الاول مطبوعہ مطبعۃ العامرہ صفحہ ۳۳ پر ہے جو کہ غلط ہے صحیح عمرو ہی ہے کیونکہ عامر کی صورت میں سلمٰی ابو قحافہ کے بھائی کی بیٹی ہونگی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح ایام جاہلیت میں بھی ناجائز تھا ۱۲ منہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا شجرہ طیبہ

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بن عبد اللہ
بن عبد المطلب
بن ہاشم
بن عبد مناف
بن قصی
بن کلاب
بن مرہ
بن کعب
بن لوی
بن غالب
بن فہر
بن مالک
بن نضر
بن کنانہ
بن خزیمہ
بن مدرکہ
بن الیاس
بن مضر
بن نزار
بن معد
بن عدنان
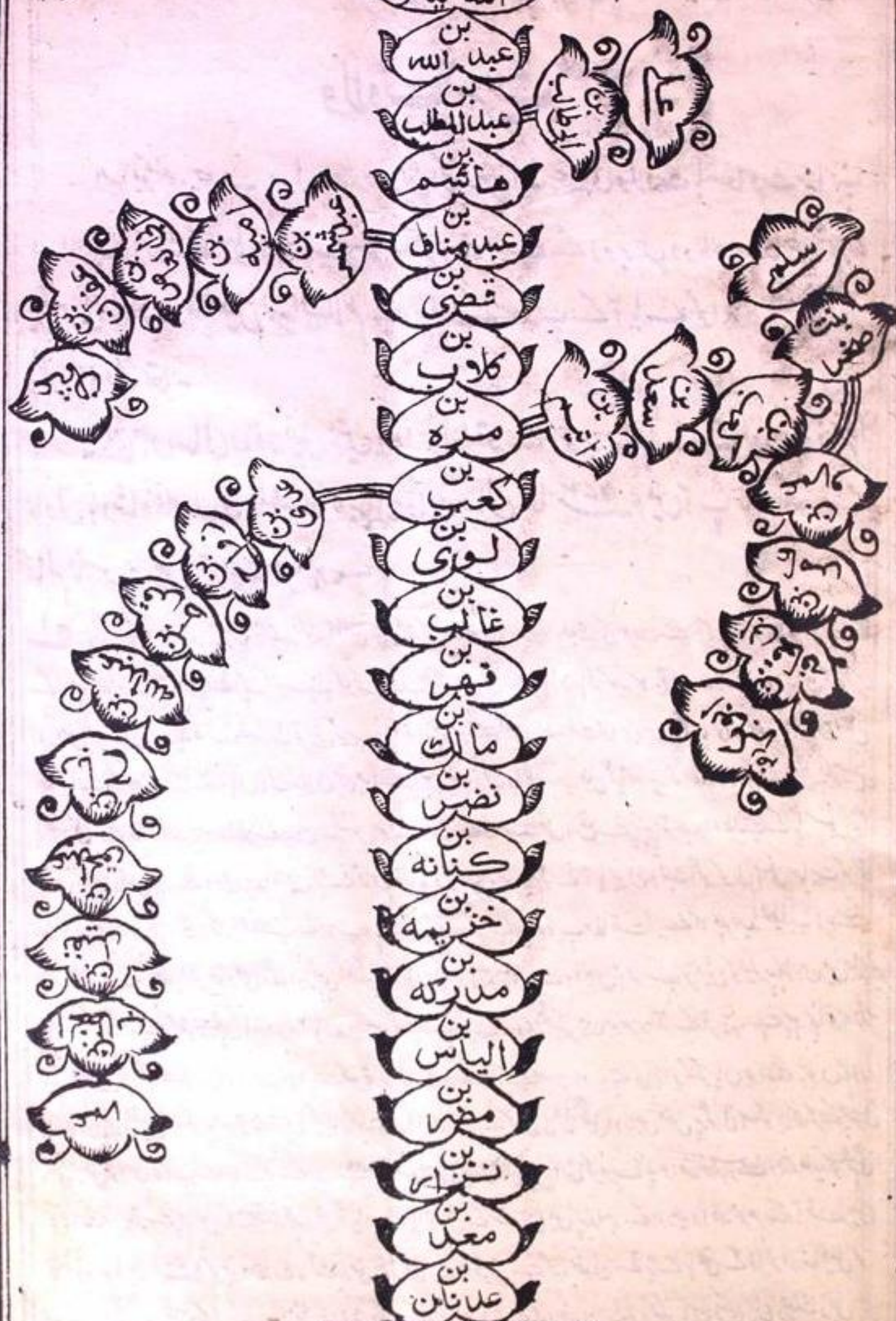
ع شجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ادب کے خیال سے اوپر رکھا ہے ورنہ شجرہ کے لحاظ سے نیچے آتا ۱۲ منہ

ولادت شریف و حلیہ مبارک

ولادت شریف

امیرالمؤمنین حبیب رسول اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت جناب سیدالانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے دو برس دو ماہ بعد خاص شہر مکہ میں ہوئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وقت سے آپ کے آبائے کرام کا مسکن اور وطن مالوف تھا۔

یعنی جس سال واقعہ[1] فیل پیش آیا اس واقعہ کے دو برس چار ماہ کے بعد جبکہ نوشیروان عادل بادشاہ فارس کی سلطنت کا بیالیسواں[۴۲] سال تھا ۵۷۳ء میں آپ عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں تشریف فرما ہوئے۔

[1] ابن کثیر و روح المعانی میں یہ قصہ ملخصاً اس طور پر مذکور ہے کہ بادشاہ حبشہ کی طرف سے ایک حاکم تھا جو ابرہہ کے نام سے موسوم تھا اس نے ایک کنیسہ بنایا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور چاہا کہ کعبہ کا حج کرنے والے لوگ یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کر دیا۔ عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار ہوا اور کسی شخص نے رات کو اس میں جاکر پاخانہ پھر دیا اور مقاتل نے کہا ہے کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی ہوا سے اس میں آگ جا لگی سب جل گیا ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لیکر جس میں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا جب مُغمّس جو کہ طائف کے راستہ میں واقع ہے پہنچا تو عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت رئیس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں البتہ اگر کوئی اسکی حمایت کریگا تو اس سے ضرور لڑونگا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ آپ حفاظت کرے گا پھر عبدالمطلب اسکے بلائے ہوئے اسکے پاس خود بھی گئے اور بہی گفتگو زبانی بھی ہوئی وہاں سے واپس آکر سب قریش کو لیکر پہاڑوں میں جاچھپے تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں اور ابرہہ وہاں سے مکہ کیطرف چلا جب وادی مُحَسِّر میں جو مزدلفہ کے قریب ہے پہونچا تو سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کبوتر سے کسیقدر چھوٹے پرندے آئے مسور اور چنے کی برابر کنکریاں جو انکے پنجوں اور چونچوں میں تھیں لشکر پر چھوڑنا شروع کیں ہر کنکری خدا کی قدرت سے گولی کی طرح لگتی اور جس شخص پر گرتی اسکو ہلاک کر کے چھوڑتی تھی بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوئے اور بعضے دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے یہ واقعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پچاس روز پیشتر ظہور میں آیا آپ ربیع الاول کے شروع میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ محرم کے آخر میں تھا لئے ماہ مارچ ۵۷۱ء کو ہوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے بڑے ہاتھی کے قائد اور سائیس کو اندھے بھیک مانگتے دیکھا ہے اور نوفل بن ابی معاویہ سے منقول ہے کہ انھوں نے وہ کنکریاں دیکھی ہیں در منثور میں ہے کہ بعض کو ان کنکریوں کے لگنے سے خارش اور بعض کے چیچک نکل آئی جسکی زیادتی سے ہلاک ہو گئے (کذا فی بیان القرآن مع تغییر) ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)